حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

ستمبر تا دسمبر، 2016

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی

اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

روٹس فار ایکوٹی

حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

ستمبر تا دسمبر، 2016

مدیر

عذرا طلعت سعید

ترجمہ و ترتیب

جنید احمد

رابعہ وسیم

فدا حسین

خالد حیدر

روٹس فار ایکوٹی

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
مخففات	Vii
نکتہ نظر	xi
الف۔ ملکی زرعی خبریں	1-81
I زرعی پیداواری وسائل	1-19
زمین	1
پانی	9
متفرق	17
مزدور کسان	18
II زرعی مداخل	19-25
صنعتی طریقہ زراعت	19
بیج	20
کھاد	22
زرتلافی	24
زرعی قرضے	24
زرعی بیمہ	25
III غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء	25-33
غذائی فصلیں	25
پھل سبزی	26
نقد آور فصلیں	27
اشیاء	32

IV مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	33-39
مال مویشی	33
ماہی گیری	35
مرغبانی	37
V تجارت	39-48
برآمدات	40
درآمدات	46
VI کارپوریٹ شعبہ	48-49
غذائی کمپنیاں	48
کھاد کمپنیاں	49
VII ماحول	49-58
زمین	49
پانی	51
فضاء	55
آلودگی، صحت و تحفظ	57
VIII موسمی تبدیلی	59-62
کاربن اخراج	60
سبز معیشت	60
IX غربت اور غذائی کمی	62-67
غربت	62
غذائی کمی	67
X قدرتی بحران	68
بارشیں، طوفان	68
XI مزاحمت	68-74

زمین	68
پانی	69
مداخل	70
ماحول	71
ماہی گیری	73
XII بیرونی امداد	74-75
عالمی بینک	74
ایشیائی ترقیاتی بینک	74
آسٹریلین امداد	74
XIII پالیسی	75-81
بین الاقوامی معاہدے	75
پیداوار	78
تحقیق وٹیکنالوجی	78
نیولبرل پالیسی	80
ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں	82-101
I زرعی پیداواری وسائل	82-83
زمین	82
پانی	83
II زرعی مداخل	84
صنعتی طریقہ زراعت	84
بیج	84
III غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقدآور فصلیں واشیاء	84-85
غذائی فصلیں	84
نقدآور فصلیں	85
IV مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	85-86

مال مویشی	85
مرغبانی	86
V تجارت	87
درآمدات	87
VI کارپوریٹ شعبہ	87
غذائی کمپنیاں	87
VII ماحول	88-90
زمین	88
پانی	88
فضاء	88
VIII موسمی تبدیلی	91-96
کاربن اخراج	93
عالمی حدت	95
IX غربت اور غذائی کمی	96-98
غربت	96
غذائی کمی	97
X قدرتی بحران	98-100
سیلاب	98
بارشیں، طوفان	99
زلزلہ	99
XI مزاحمت	100-101
زمین	100
آلودگی	100
XI پالیسی	101
جینیاتی فصلیں و خوراک اور اشیاء	101

مخففات

ADB	Asian Development Bank
AEDB	Alternative Energy Development Board
AFB	American Foul Brood
AFD	French Development Agency
AMP	Anjuman-e-Muzareen Punjab
APTMA	All Pakistan Textile Mills Association
BISP	Benazir Income Support Programme
BNPMC	Balochistan Nutrition Programme for Mothers and Children
BQATI	Bin Qasim Association of Trade and Industry
CADD	Capital Administration and Development Division
CBN	Cost of Basic Needs
CCAC	Cotton Crop Assessment Committee
CCHF	Crimean-Congo hemorrhagic fever
CCP	Competition Commission of Pakistan
CFS	Committee on World Food Security
CITES	Convention on International Trade in Endangered Species
CO_2	Carbon Dioxide
CPEC	China Pakistan Economic Corridor
CPI	Consumer Price Index
CPIZ	China-Pakistan Industrial Zone
CPPA	Central Power Purchasing Agency
DAP	Diammonium Phosphate
DFID	Department for International Development
ECC	Economic Coordination Committee
EIA	Environmental Impact Assessment
FAO	Food and Agriculture Organization
FBR	Federal Board of Revenue
FCA	Fedral Committee on Agriculture
FCCI	Faisalabad Chamber of Commerce and Industry
FDI	Foreign Direct Investment

FFBL	Fauji Fertilizer Bin Qasim Limited
FPCCI	Federation of Pakistan Chambers of Commerce & Industry
GDA	Gwadar Development Authority
ICAC	International Cotton Advisory Committee
ICARDA	International Center for Agricultural Research in the Dry Areas
ICI	Imperial Chemical Industries
IEA	International Energy Agency
IMF	International Monetary Fund
INDCs	Intended Nationally Determined Contributions
IPP	Independent Power Producer
IRSA	Indus River System Authority
ISHU	Institute of Sustainable Halophyte Utilization
JCC	Joint Cooperation Committee
KCR	Karachi Circular Railway
KFW	German Development Bank
KPK	Khyber Pakhtunkhwa
KPT	Karachi Port Trust
L&DDD	Livestock & Dairy Development Department
LNG	Liquefied Natural Gas
MCCI	Multan Chamber of Commerce and Industry
MDGs	Millennium Development Goals
MPI	Max Planck Institutes
NARC	National Agricultural Research Centre
NHA	National Highway Authority
NSTHRI	National Sugar and Tropical Horticulture Research Institute
Pak-EPA	Pakistan Environmental Protection Agency
PARC	Pakistan Agricultural Research Council
PBL	Pakistan Beverage Limited
PBS	Pakistan Bureau of Statistics
PCRWR	Pakistan Council of Research in Water Resources
PCSIR	Pakistan Council of Scientific and Industrial Research
PFA	Punjab Food Authority

PFVA	All Pakistan Fruit and Vegetable Exporters, Importers & Merchants Association
PHDA	Punjab Halal Development Agency
PHDEC	Pakistan Horticulture Development and Export Company
PKI	Pakistan Kissan Ittehad
PLRA	Punjab Land Records Authority
PMD	Pakistan Meteorological Department
PMIC	Pakistan Microfinance Investment Company Limited
PMSA	Pakistan Maritime Security Agency
PPA	Pakistan Poultry Association
PPAF	Pakistan Poverty Alleviation Fund
ppm	parts per million
PPP	Pakistan People's Party
PQA	Port Qasim Authority
PSDP	Public Sector Development Programme
PSPC	Punjab Saaf Pani Company
RADP	Research for Agricultural Development Programme
RBOD-II	Right Bank Outfall Drain-II
REAP	Rice Exporters Association of Pakistan
REDD	Reducing Emissions from Deforestation and Forest Degradation
RO	Reverse Osmosis
RRI	Rice Research Institute
SAB	Sindh Abadgar Board
SAGP	Sindh Agricultural Growth Project
SAI	Sindh Abadgar Ittehad
SCA	Sindh Chamber of Agriculture
SDGs	Sustainable Development Goals
SDPI	Sustainable Development Policy Institute
SECMC	Sindh Engro Coal Mining Company
SECP	Securities & Exchange Commission of Pakistan
SEPA	Sindh Environmental Protection Agency
SEZ	Special Economic Zone
SIDA	Sindh Irrigation and Drainage Authority

SMEDA	Small and Medium Enterprise Development Authority
SNF	Sindh National Front
TCP	Trading Corporation of Pakistan
TDAP	Trade Development Authority of Pakistan
TEVTA	Technical Education and Vocational Training Authority
UAF	University of Agriculture Faisalabad
UNICEF	United Nations Children's Fund
USAID	United States Agency for International Development
USDA	United States Department of Agriculture
USPCAS	US Pakistan Center for Advanced Studies
UVAS	University of Veterinary and Animal Sciences
WAPDA	Water and Power Development Authority
WCCI	Women Chamber of Commerce and Industry
WFP	World Food Programme
WHO	World Health Organization
WMO	World Meteorological Organization
WWF-P	World Wide Fund for Nature-Pakistan

نکتہ نظر

حال احوال سیاسی و معاشی پس منظر میں زرعی شعبے میں جاری پالیسی سازی، اقدامات اور دیگر پیش رفت پر شائع ہونے والی خبروں کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔ یہ خبریں تین انگریزی اخبارات ڈان، دی ایکسپریس ٹریبیون اور بزنس ریکارڈر سے منتخب کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ بوقت ضرورت مضمون اور خبر کی اہمیت کے پیش نظر اخبار دی نیوز کی خبریں بھی شامل کی جاتی ہیں۔

2016 کے آخری چار ماہ خبروں کے حوالے سے پچھلے آٹھ ماہ سے کوئی بہت مختلف نہیں پائے گئے۔ اس دورانیے میں بھی چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک) کے حوالے سے الگ الگ گروہوں کے تحفظات منظر عام پر نظر آئے۔ ایک طرف تاجر برادری سخت تشویش میں مبتلا ہے کہ سرکار نے ملکی سرمایہ داروں کو نظر انداز کر کے چینی سرمایہ داروں کو فوقیت دی ہے۔ دوسری طرف پنجاب کے علاوہ دیگر صوبوں کا شکوہ قائم ہے کہ اس ترقیاتی منصوبے میں انہیں نظر انداز کیا جارہا ہے۔ سی پیک سے جڑی زمینی قبضے کی بھی خبریں گرم ہیں۔ ایک خبر یہ ہے کہ گوادر میں محکمہ ریلوے نے بلوچستان کی حکومت سے 71 ایکڑ زمین حاصل کرلی ہے اور پھر یہ خبر بھی ہے کہ بلوچستان کی حکومت نے گوادر شہر میں فوری طور پر تین ماہ کے لیے ہر قسم کی زمین کی منتقلی پر پابندی عائد کردی ہے۔ میانوالی میں بھی زمینی قبضے کے واقعات سامنے آئے ہیں جہاں اشرافیہ سے تعلق رکھنے والے صنعتکاروں اور جائیداداوں کا کاروبار کرنے والوں نے زمین کی قیمتوں میں کچھ اضافہ کر کے عام لوگوں سے زمین حاصل کی جس کے کچھ عرصے بعد ہی حکومت کی طرف سے ان زمینوں کی حصول کا نوٹیفیکیشن جاری ہوگیا اور زمینوں کی قیمتیں آسمان پر پہنچ گئیں یعنی طبقہ اشرافیہ کو حکومتی منصوبوں کا پہلے سے ہی علم تھا کہ جلد ہی حکومت یہ زمینیں حاصل کرے گی۔

زمین کے ملکیتی حقوق کی پامالی کے کئی واقعات پاکستان میں عام ہیں۔ تھر میں مقامی آبادیاں سندھ اینگرو کول مائننگ کمپنی کے زمین پر قبضے کے خلاف مستقل احتجاج کررہی ہیں جس پر کمپنی کے اعلیٰ افسران عوام کی مخالفت کو مکمل طور پر رد کرتے ہوئے بیان جاری کررہے ہیں کہ اس منصوبے کے لیے زمین سرکار سے حاصل کی گئی ہے اور مقامی آبادیوں کی کسی زمین پر قبضہ نہیں کیا گیا ہے۔ خیال رہے کہ سندھ اینگرو کول مائننگ

کمپنی کا تھر کوئلہ منصوبہ بلاک 2 بھی سی پیک کا ہی حصہ ہے۔

سی پیک کے علاوہ بھی زمینی قبضے کے واقعات جاری ہیں مثلاً شمالی وزیرستان کے علاقہ میرام شاہ کے مقامیوں کا کہنا ہے کہ حکام نے ان کی 4,000 ایکڑ زمین پر قبضہ کرلیا ہے۔ یہ علاقہ فوجی آپریشن ضرب عضب کے دوران حالت جنگ میں تھا اور اب اس علاقے میں سرکار کی طرف سے زمینی قبضے کی خبریں عام ہیں۔

زمین کا ملکیتی اندراج اب کمپیوٹرائزڈ طریقے سے کیا جارہا ہے جبکہ کئی مہینوں سے اس طریقہ کار پر شدید تنقید اور تحفظات عام تھے۔ سندھ اور خیبر پختون خوا میں کروڑوں روپے خرچ ہونے کے بعد بھی یہ طریقہ کار فعال نہیں ہوسکا لیکن پنجاب میں پنجاب لینڈ ریکارڈ اتھارٹی کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ حیرت انگیز امر ہے ہے کہ خادم اعلیٰ پنجاب خیال ظاہر کررہے ہیں کہ اس نظام سے ''پٹواری کلچر'' کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یعنی حکومت خود اعتراف کررہی ہے کہ پچھلے 70 سال سے زمینی ملکیت کا اندراج و انتظام ناقابل اعتبار تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس اتھارٹی کا آغاز کافی حیران کن ہے کیونکہ کچھ ماہ پہلے تک پنجاب میں کمپیوٹرائزڈ اندراج میں بھی بے شمار غلطیوں کی خبریں آتی رہی ہیں۔ یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اس منصوبے کے لیے قرضہ عالمی بینک (ورلڈ بینک) نے فراہم کیا ہے۔ عالمی بینک اور دیگر بین الاقوامی اداروں کا اپنا ''ریکارڈ'' زمینی قبضے میں ''معاونت'' فراہم کرنے کے حوالے سے بھی کافی خراب ہے۔ لمحہ فکریہ ہے کہ جاگیرداری نظام کے تحت چلنے والا سرکاری زمینی نظام کیا اب سرمایہ داری انتظام میں آکر سرمایہ داروں اور سرمایہ کاروں کے چنگل میں پھنس جائے گا؟ کچھ سوالات جواب طلب ہیں کہ جدید طرز پر مرتب کیے گئے زمینی ملکیت کے اعداد وشمار میں کس حد تک بدعنوانی کی گنجائش ہے؟ کسان طبقہ خصوصاً چھوٹے کسانوں کے پاس اکثر کاغذی ریکارڈ مکمل نہیں ہوتا یا پھر وہ خود پڑھ نہیں پاتے اور اکثر غیر قانونی محکمہ جاتی کارروائی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس صورتحال میں کہ ملک میں رشوت خوری عام ہو اور قانون کی بالادستی کو نظر انداز کرنا مشکل نہیں ہو وہاں پر کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ میں تبدیلی یا خرد برد کی روک تھام کیسے ممکن ہوگی۔

زمینی مسائل کے علاوہ پانی کے حوالے سے بھی کئی طرح کے سنگین مسائل منظر عام پر آئے ہیں۔ ایک نہایت فکر انگیز خبر یہ ہے کہ ایشیائی ترقیاتی بینک کے مطابق پاکستان پانی کی انتہائی شدید قلت کا شکار ملک

ہے۔ پاکستان کونسل آف ریسرچ ان واٹر ریسورسیز کے مطابق اگر بہتر اقدامات نہیں کیے گئے تو 2025 تک ملک میں خشک سالی ہوسکتی ہے۔ گو کہ یہ پیشنگوئی مستقبل کے لیے کی جارہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ زرعی پانی کی قلت ابھی سے شدت پکڑتی جارہی ہے۔ ملک میں پانی کی تقسیم کے ادارے انڈس ریور سسٹم اتھارٹی (ارسا) نے ایک اجلاس میں واضح کیا ہے کہ سندھ اور پنجاب کو ربیع کی فصل کے لیے 18 فیصد کم پانی فراہم کیا جائے گا۔ ہیڈ مرالہ میں پانی کی کمی کی وجہ سے پنجاب کے کئی اضلاع میں زراعت متاثر ہونے کا خدشہ ہے۔

اس میں شک نہیں کہ پانی کی کمی اب صرف پاکستان کا مسئلہ نہیں بلکہ اس قسم کے مسائل بھارت میں بھی عام ہوتے جارہے ہیں۔ جنوبی بھارت میں کرناٹک اور تامل ناڈو سے لے کر مغربی بھارت میں پنجاب اور ہریانہ تک پانی کی قلت بتائی جارہی ہے۔ یہ مسائل نہایت تشویش ناک صورت اختیار کرتے جارہے ہیں کیونکہ بھارت نے سندھ طاس معاہدے کو ختم کرنے کی دھمکی دی ہے۔

اگر سی پیک کے معاہدے اور پانی کی شدید قلت کو آپس میں جوڑ کر دیکھا جائے تو واضح ہے کہ پاکستان کئی اندرونی اور بیرونی مسائل میں گھرتا جارہا ہے۔ اس مسئلے کی مزید سنگینی کو موسمی بحران کے تناظر میں دیکھیں تو یہ لکھنا غلط نہ ہوگا کہ آنے والے سال ریاست پاکستان اور عوام دونوں کے لیے نہایت کٹھن ہوں گے۔ پاکستان کو موسمی تبدیلی سے شدید متاثر ہونے والے ممالک میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے کئی پریشان کن خبریں ہیں جن میں ملک کے کئی حصوں سے موسمی تغیر کے اثرات بیان کیے گئے ہیں۔ کسانوں کے مطابق گرمی کی شدت فصلوں اور پھل کی پیداوار پر منفی اثرات مرتب کررہی ہے۔ ماہرین کے مطابق گرمی کی لہر طویل ہوتی جارہی ہے اور طوفانوں اور بارشوں کی شدت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ 2005 کے بعد ہر سال طوفان آرہے ہیں۔ کچھ ایسا ہی حال دنیا کے کئی حصوں میں دیکھنے میں آیا۔

عالمی سطح پر 2016 کو پچھلے 137 سالوں کا گرم ترین سال قرار دے دیا گیا ہے اور اس گرمی کی بنیادی وجہ رکازی ایندھن کا استعمال ہے۔ امریکہ کے ساحلی علاقہ سمندر کی سطح بلند ہونے کی وجہ سے خطرات کا شکار سمجھے جارہے ہیں۔ اسی طرح کئی ممالک انسان کے پیدا کردہ موسمی بحران کا شکار ہیں جن میں جاپان، تائیوان سمیت بھارت اور موزمبیق بھی شامل ہیں۔

موسمی بحران سے نمٹنے کے لیے 2015 میں کیے گئے پیرس معاہدے پر چین اور امریکہ دونوں نے

دستخط کردیے ہیں۔ یہ دونوں ممالک عالمی سطح پر 40 فیصد کاربن اخراج کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ افسوس کہ چین اور امریکہ، خصوصاً امریکہ جو صنعتی ترقی کی بدولت پیدا ہونے والے موسمی بحران کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہے، اب بھی ایسے پیداواری نظریے اور پالیسی پر عمل درآمد کر رہے ہیں جو کرہ ارض اور انسان کی بقا کے لیے شدید خطرے کا باعث ہے۔

چین میں ماحولیاتی آلودگی پر آنے والی خبروں کے مطابق اس سال چین کے شمال مشرقی حصے میں کئی دنوں تک شدید دھند رہی جس کی وجہ سے کئی شہروں میں ہنگامی حالات رہے اور نقل و حمل میں بڑے پیمانے پر رکاوٹ آئی۔ ان حالات میں تعمیراتی کام بند کردیے گئے ہیں۔ چین میں ماحولیاتی آلودگی میں اضافے کی ذمہ داری وہاں کے صنعتی طریقہ پیداوار پر عائد ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعمیرات پر روک تھام کی گئی۔ ان حالات میں چین کے باسیوں اور حیاتیاتی تنوع پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ چین میں ماحولیاتی آلودگی کی شدت دیکھتے ہوئے کیا یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ نہیں کہ چین پاکستان میں سرمایہ کاری کر رہا ہے تو عین ممکن ہے کہ جو صنعتی ترقی کا طریقہ کار اس نے اپنے ملک میں اپنایا وہ پاکستان میں بھی استعمال کیا جائے گا؟

ابھی جبکہ سی پیک کے ذریعے آمد و رفت یوں سمجھیں کہ شروع ہی نہیں ہوئی، پاکستان میں بڑھتی ہوئی دھند خصوصاً سردیوں میں پنجاب اور بالائی سندھ کے اضلاع میں خطرات اور تکالیف کا باعث تھی۔ صرف پنجاب میں ہی مختلف مقامات پر 16 افراد حادثات کا شکار ہو کر جاں بحق ہوئے۔ دھند جو اب صنعتی ''ترقی'' کے باعث فضاء میں شامل مٹی اور کیمیائی اجزا کے بعد دھند نہ رہی بلکہ ایک نیا روپ دھار چکی ہے اور اسموگ کے نام سے جانی جاتی ہے، حد نظر میں انتہائی کمی کا باعث بن جاتی ہے۔ اس میں شامل زہریلے کیمیائی اجزا آنکھ، ناک، کان اور حلق میں شدید جلن اور سانس اور دمے کی بیماریوں میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ ان حالات میں پنجاب کی سرکار نے حکم جاری کیا ہے کہ منہ ڈھانپنے کے لیے ماسک (mask) عوام میں تقسیم کیے جائیں مگر صوبے میں دھات کے کارخانوں پر عارضی پابندی کی اہم ترین تجویز پر کوئی عمل درآمد ہوتا نظر نہیں آرہا۔ دھند میں کمی کے لیے کی جانی والی کارروائیوں کے تحت لاہور میں 55 فولاد کے کارخانے سر بمہر کردیے گئے۔ توجہ مرکوز کرنے کے لیے یہ نقطہ اہم ہے کہ ابھی سے ماحولیاتی آلودگی کا صرف ایک صوبے میں یہ حال ہے اور جب سی پیک سے تجارت اور دیگر صنعتی منصوبے فعال ہو جائیں گے تو پھر ماحولیاتی آلودگی اور اس سے

صحت پر پڑنے والے اثرات پر کس طرح قابو پایا جاسکے گا؟ کیا غیر ملکی سرمایہ کار جنہوں نے ہماری دھرتی پر کروڑوں روپے کی سرمایہ کاری کی ہے۔ یہاں کی آبادی کی صحت اور ماحولیاتی مسائل کے لیے پاکستانی قانون کی پاسداری کریں گے یا پھر کیا قانون ہی تبدیل کردیا جائے گا کہ غیر ملکی سرمایہ کار کے منافع اور مفادات کو مکمل تحفظ فراہم کیا جائے؟

پاکستانی حکمرانوں اور صنعت کاروں کے لیے شاید موسمی بحران اور ماحولیاتی آلودگی اپنے مفادات کے لیے استعمال کیے جانے والے مسائل کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ فضائی اور آبی آلودگی میں کمی اور ماحولیات کی حفاظت پر کوئی توجہ نظر نہیں آتی۔ ایک طرف سی پیک کے تحت سندھ اینگرو کول مائننگ کمپنی نے نہ صرف زمینی قبضہ کیا ہے بلکہ ایسا ڈیم تعمیر کرنے پر مصر ہے جس میں زہریلا پانی جمع کیا جائے گا، وہ بھی تھر میں جہاں پر موسمی حالات پہلے ہی انسان وکسان کے لیے نہایت سنگین ہیں۔ خبروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈیم کی تعمیر کیے جانے والے علاقہ کے اردگرد کی زیادہ تر آبادی ہندو اقلیت پر مبنی ہے۔ مزدور کسان طبقہ کی شنوائی ویسے ہی نہ ہونے کے برابر ہے سونے پر سہاگہ یہ کہ وہ اقلیتی برادری سے ہوں تو پھر ان کو نظر انداز کرنا حکومت کے لیے شاید زیادہ مشکل نہیں۔

حکمران طبقہ کوئلے سے توانائی کے حصول کے منصوبوں کو فوقیت دے رہا ہے۔ کوئلے سے بجلی پیدا کرنے والے دو منصوبے پنجاب کے ضلع مظفرگڑھ میں بھی تعمیر کیے جارہے تھے لیکن وہاں کے عوام کی جدوجہد نے ان دونوں ہی منصوبوں کی تعمیر رکوا دی۔ کوئلے کے حوالے سے ایک اور خبر بھی قابل ذکر ہے کہ سندھ انوائرمنٹل پروٹیکشن ایجنسی (سیپا) نے پورٹ قاسم پر کوئلہ ترسیل کرنے کے لیے 13 بلین روپے لاگت کے ایک منصوبے پر پیش کردہ ماحولیاتی اثرات کے حوالے سے جائزہ رپورٹ کو مسترد کردیا۔ ان دونوں خبروں سے واضح ہے کہ کوئلے سے توانائی حاصل کرنے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے جبکہ کوئلے سے کاربن اخراج میں اضافہ اور موسمی بحران میں شدت پائی جاتی ہے۔ اگر کوئلے کا استعمال ہی ضروری ہے تو اس کے ایسی حکمت عملی استعمال کی جائے کہ جس کے ذریعہ کاربن اخراج پر مکمل طور پر قابو پایا جاسکے (جس طرح سے یورپ میں چند مثالیں ملتی ہیں) اور ان منصوبوں کو ایسے علاقوں میں تعمیر کیا جائے جہاں سے آبادیوں پر ان کے اثرات نہ پڑیں لیکن سرمایہ کار ایسی مہنگی ترکیبوں کو مشکل سے اپناتے ہیں جن سے ان کے منافع میں کمی آئے۔

اس کے علاوہ ترقیاتی منصوبہ بندی زرعی پیداوار میں سرمایہ داری نظام کو فروغ دیتے ہوئے جدید ٹیکنالوجی کا سہارا لے رہی ہے۔ جس کی کئی مثالیں سامنے آئی ہیں۔ ہمیشہ کی طرح امریکی اور برطانوی امدادی ادارے بشمول ایشیائی ترقیاتی بینک اور عالمی بینک ان جدید منصوبوں کے لیے دل کھول کر سود پر قرضہ (جس کو اکثر ''امداد'' کا نام دیا جاتا ہے) فراہم کررہے ہیں اور ظاہر ہے کہ سرکار پیداواری شعبے میں اس جدت اور ''امداد'' کو بڑھ چڑھ کر خوش آمدید کہہ رہی ہے۔ مثال کے طور پر زرعی یونیورسٹی، فیصل آباد اور امریکی ادارے یو ایس پاکستان سینٹر فار ایڈوانس اسٹڈیز کے اشتراک سے منعقد کیے گئے اجلاس میں سیکرٹری زراعت پنجاب نے زرعی شعبہ کو منافع بخش بنانے اور اس کو درپیش مسائل کے حل کے لیے نئی پالیسیاں بنانے پر زور دیا ہے۔ اس طرح کی پالیسیوں کا تسلسل گزشتہ کچھ سالوں سے زرعی شعبے میں مستقل نظر ہی آرہا ہے۔ 2015 میں بیج کا ترمیمی قانون، 2016 میں پلانٹ بریڈرز رائٹس کا قانون اور اب پنجاب میں بھی بیج کے ترمیمی قانون پر پیش رفت کی جارہی ہے۔

یوں لگتا ہے کہ زرعی شعبے میں پالیسی سازی کا مرکزی مقصد عالمگیریت کو فروغ دینا ہے۔ اس حوالے سے کچھ اہم ترین بنیادی تبدیلیاں کی جارہی ہیں۔ سب سے پہلے زرعی منڈی پر کل اختیارات نجی شعبے کو منتقل کیے جارہے ہیں۔ زرعی اجناس کی قیمت طے کرنے کے اختیارات نجی شعبہ کے حوالے کیے جارہے ہیں۔ اسی طرح تحقیق کے شعبہ میں بھی نجی شعبہ کی مداخلت کو بڑھایا جارہا ہے۔ دوسرا اہم نقطہ پیداوار میں اضافہ ہے۔ سرکار کے مطابق پیداوار میں اضافہ بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات کے لیے اہم ترین ہے لیکن درحقیقت پیداوار بڑھانے کے لیے جو جدید ٹیکنالوجی متعارف کروائی جارہی ہے وہ غیر ملکی نجی شعبہ خاص کر کے زرعی مداخل پیدا کرنے والی کمپنیوں کے منافع اور منڈی پر اختیار کو بہت بڑے پیمانے پر فروغ دیتی ہے اور ساتھ ساتھ چھوٹے اور بے زمین کسان کو زراعت کے شعبہ سے باہر دھکیل دیتی ہے۔ تیسری اہم پالیسی زرعی برآمدات کے حوالے سے نظر آرہی ہے۔ پھل ہو یا غذائی و نقد آور اجناس، ہر ایک کی پیداوار بڑھانے پر زور ہے تاکہ غیر ملکی زرمبادلہ کمایا جاسکے۔ ظاہر ہے جو ملک 70 بلین ڈالر سے زیادہ قرض میں جکڑا ہوگا وہ نشے کے عادی فرد کی طرح گھر کی اشیاء بیچنے پر مصر ہوتا ہے۔ یہی کچھ حال پاکستان کی سرکار کا ہے۔ سرکار کو یہ فکر نہیں کہ چھوٹے کسان، زرعی مزدور سخت غربت میں دشوار زندگی گزارنے پر مجبور ہونے کے ساتھ ساتھ شدید غذائی

کمی کا بھی شکار ہیں۔ غذا کی پیداوار میں اضافہ اس کمزور طبقہ کے لیے نہیں بلکہ یہ اقدامات ملکی و غیر ملکی اشرافیہ کے دولت کمانے اور منافع میں بے تحاشہ اضافہ کے لیے کیے جا رہے ہیں۔ ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ زرمبادلہ کمایا جائے تاکہ عالمی بینک اور دیگر بینکوں سے لیے گئے قرض پر کم از کم سود کی تو ادائیگی ممکن ہو پائے۔

زرعی شعبہ میں سرمایہ داری اور جدید ٹیکنالوجی کے فروغ کے حوالے سے مرکزی اور صوبائی سطح پر کئی خبریں واضح ہیں۔ تقریباً ہر صوبے سے جدید انتظامی ٹیکنالوجی پر کسانوں کے لیے تربیتی پروگرام پیش کیے جا رہے ہیں۔ ملک میں زرعی تحقیق کے اعلیٰ سطح کے ادارے سرکاری و نجی شراکت کے ذریعہ بوائی سے کٹائی تک کے مراحل میں ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے حکمت عملی تیار کر رہے ہیں۔ ایک اہم خبر یہ بھی تھی کہ انٹرنیشنل سینٹر فار ایگریکلچرل ریسرچ ان دی ڈرائی ایریاز کے اہل کاروں نے پاکستان میں امریکی سفارت خانے میں گندم اور کپاس کی ایک ہی کھیت پر بیک وقت پیداوار پر تحقیق پیش کی۔ کئی امدادی ادارے پاکستان میں کئی طرح سے زرعی ترقی کے لیے بڑے پیمانے پر امداد فراہم کر رہے ہیں جن میں ایشیائی ترقیاتی بینک اور آسٹریلوی امدادی ایجنسی شامل ہیں۔

زرعی تحقیق اور جدید ٹیکنالوجی کا فروغ آج کی نئی تدبیر نہیں بلکہ پچھلے 60 برس سے چلی آرہی ہے لیکن اگر پاکستانی سماج کا خاص کر دیہی ترقی، بھوک اور غذائی حوالے سے خبروں کا جائزہ لیں تو نہایت تشویشناک صورت حال سامنے آتی ہے کہ تقریباً 55 ملین عوام یا کل آبادی کا تقریباً 30 فیصد غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ محکمہ صحت بلوچستان اور آغا خان یونیورسٹی کے کیے گئے رسک سروے کے مطابق 16 فیصد بچے شدید غذائی کمی کا شکار ہیں جبکہ 40 فیصد اور 52 فیصد بچے بالترتیب وزن میں کمی اور اپنی عمر کے مقابلے قد میں کمی کا شکار ہیں۔

اب ان مسائل کے حل کے لیے بھی کئی ''امداد'' فراہم کرنے والے ادارے سامنے آرہے ہیں جن میں برطانوی ادارے، عالمی ادارہ برائے خوراک و زراعت، عالمی بینک شامل ہیں۔ یہ ادارے خوراک میں غذائی اجزا شامل کرنے کے لیے یا پھر بھوک اور غذائی کمی کی شکار آبادیوں کے لیے خوراک فراہم کرنے کے لیے بڑھ چڑھ کر سود پر مبنی قرض فراہم کر رہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ 60 سالوں میں زراعت کے شعبے میں اس جدید ٹیکنالوجی اور غذائی امداد کا آبادی پر کیا اثر ہوا؟ بھوک میں شدت اور غذائی پیداوار میں ضروری غذائی

اجزا کی کمی! آج جب کہ پاکستان بین الاقوامی قرض میں دب چکا ہے، سرکار سسکتی بلکتی عوام پر مزید ٹیکسوں کا بوجھ ڈال کر ایسی امداد وصول کررہی ہے جس سے صرف غیر ملکی سرمایہ داروں کے منافع میں کئی گنا اضافہ ہوگا، تو پھر اس نئی ٹیکنالوجی اور تحقیق کا کیا فائدہ؟ نوجوانوں کے لیے سود پر مبنی قرض اور عورتوں کے لیے ایسی امداد، جس میں ایک طرف تو سخت بدعنوانی نظر آرہی ہے اور دوسری طرف سرمایہ کار اور اشرافیہ کا فائدہ۔

ہم ایسے ملک کے باسی ہیں جہاں 80 فیصد عوام آلودہ پانی پینے پر مجبور ہے۔ جہاں ہزاروں کلو ناقابل استعمال گوشت فروخت کیا جارہا ہے۔ جہاں حکمران جماعت اپنے نجی مفادات کی خاطر معدومیت سے دوچار جنگلی حیات اور حیاتیاتی تنوع غیر ملکی شہنشاہوں اور شہزادوں کے لیے قربان کردیتی ہے۔ جہاں ظالم اشرافیہ مزدور بیمار عورت کو اپنے کام کا معاوضہ مانگنے پر اس طرح تشدد کرتی ہے کہ وہ اسپتال پہنچ جائے۔ غریب ماہی گیر رہا ہوکر جب اپنے ملک واپس آتے ہیں تو اپنے ہی محافظوں کو ہزاروں روپے رشوت ادا کرتے ہیں۔ ایک طرف سرمایہ کاروں اور اشرافیہ کو دولت لوٹنے کے کھلے مواقع فراہم کیے جارہے ہیں اور دوسری طرف غریب کسان کو منڈی کی گرم سرد ہواؤں کے حوالے کرتے ہوئے گنے کی امدادی قیمت کو بھی سرکاری اختیار سے باہر کیا جارہا ہے۔ سال 2016 کی ظلم و جبر اور استحصال و بدعنوانی کی فہرست اتنی طویل ہے کہ اسے رقم کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ جو ظلم سہہ رہے ہیں انہیں اتنی بھی چھوٹ نہیں ملتی کہ وہ قلم دانوں کی طرح ظلم و استحصال سے کچھ لمحوں کے لیے بھی جان چھڑا پائیں۔ آخر کو بس اتنا ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر مظفر گڑھ کی عوام کی طرح حوصلے اور استقلال سے کام لیا جائے تو پھر تقدیر وطن و عوام تبدیل کرنا شاید اتنا مشکل نہیں جتنا مسلسل ظلم و جبر کی چکی میں پسنا ہے۔

الف۔ ملکی زرعی خبریں

ا۔ زرعی پیداواری وسائل

زمین

- چین پاکستان اقتصادی راہداری

22 ستمبر: وزیر اعظم نواز شریف اور ایرانی صدر حسن روحانی نے مختلف شعبوں کی ترقی کے لیے دوطرفہ تعاون بڑھانے پر تبادلہ خیال کیا ہے۔ ایرانی صدر نے چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) کی تعریف کرتے ہوئے منصوبے میں شرکت کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ حسن روحانی نے ایرانی دفاع و ترقی کو خوشحال پاکستان سے مشروط قرار دیا ہے۔ (بزنس ریکارڈ، 23 ستمبر، صفحہ 22)

17 اکتوبر: عالمی مالیاتی ادارے (IMF) نے CPEC (سی پیک) سے پاکستان کو حاصل ہونے والے فوائد و نقصانات کے متعلق کہا ہے کہ پاکستان کو سازگار نتائج کے حصول کے لیے محتاط رویہ اپنانے خصوصا توانائی کے شعبہ کو شفاف بنانے کی ضرورت ہے۔ ابتدائی منصوبوں کی تعمیر کے دوران براہ راست غیر ملکی سرمایا کاری میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا تاہم منصوبوں کی تکمیل کے بعد سرمائے کی مسلسل روانی ایک اہم ترین مسئلہ ہوگا۔ خصوصا توانائی کے منصوبوں کے آغاز کے بعد چند سالوں میں منصوبہ ساز کمپنی کے ذریعے بیرون ملک منافع کی ترسیل میں اضافہ ہوگا۔ (خلیق کیانی، ڈان، 17 اکتوبر، صفحہ 1، بزنس اینڈ فنانس)

17 اکتوبر: سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے منصوبہ بندی و ترقی کے اجلاس میں ارکان نے سی پیک منصوبے پر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر ملکی مفادات کا تحفظ نہ کیا گیا تو سی پیک منصوبہ ایک اور ایسٹ انڈیا کمپنی میں تبدیل ہوسکتا ہے۔ سیکرٹری منصوبہ بندی و ترقی یوسف ندیم کھوکھر کی جانب سے منصوبے سے متعلق فراہم کردہ معلومات پر ارکان نے تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ راہداری پر چینی یا دیگر غیر ملکی سرمایہ کاری کے بجائے پاکستانی سرمایہ کیوں صرف کیا جارہا ہے؟ ارکان نے سی پیک کے تحت چین کے توانائی

منصوبوں کے لیے بجلی کے نرخ مقرر کرنے پر بھی تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ سی پیک کا بڑا حصہ چینی سرمایہ کاری کے بجائے مقامی سرمایہ کاری پر منحصر ہے جس پر چیئرمین کمیٹی سینیٹر طاہر مشہدی کا کہنا تھا کہ ''یہ ہمارے لیے بہت نقصاندہ ہوگا اگر سارا بوجھ ہم نے اٹھانا ہے۔ یہ منصوبہ قومی ترقی کا ہوگا یا قومی آفات کا؟''۔ (ڈان، 18 اکتوبر، صفحہ 3)

8 نومبر: ایوان صنعت وتجارت فیصل آباد (FCCI) میں تاجر برادری سے خطاب کرتے ہوئے صدر وفاق ایوان ہائے صنعت وتجارت (FPCCI) رؤف عالم نے مطالبہ کیا ہے کہ سی پیک منصوبے کا براہ راست تعلق تاجر برادری سے ہے اس لیے اس کی باگ دوڑ نجی شعبے کے ہاتھ میں ہونی چاہیے۔ چینی سرمایہ کاری پاکستانی تاجروں کے لیے ایک چیلنج ہے اور لازم ہے کہ تاجر اس چیلنج کا سامنا کرنے کے لیے خود کو تیار کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکومت چینی سرمایہ کاروں کو پرکشش مراعات کی پیشکش کررہی ہے اور یہ ضروری ہے کہ پاکستانی سرمایہ کار اس تیزی سے بدلتی ہوئی صورتحال میں اپنی آنکھیں کھلی رکھیں۔ غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق بلوچستان میں ہزاروں ایکڑ زمین چین کو دی گئی ہے جس پر 70 فیصد صنعتیں چینی سرمایہ کار قائم کرینگے اور بقیہ زمین پاکستانی سرمایہ کاروں کو لیز پر دی جائے گی جو عجیب منطق ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 نومبر، صفحہ 13)

21 نومبر: ایک مضمون کے مطابق کئی حوالوں سے سی پیک منصوبے سے بھاری فوائد حاصل ہونے کے باوجود تاجر برادری اس منصوبے کو مقامی صنعتوں کے لیے خطرہ سمجھتی ہے اگر حکومت کمزور صنعتوں کو تحفظ دینے کے لیے کوئی پیشگی اقدامات نہیں کرتی۔ سی پیک منصوبے سے ہٹ کر بھی پاکستان چین کے ساتھ آزاد تجارتی معاہدے سے کوئی بڑا فائدہ حاصل نہیں کرپایا ہے کیونکہ اس معاہدے کے تحت بھی پاکستان کی درآمدات میں اضافہ ہوا نا کہ برآمدات میں۔ تاجر برادری کو خدشہ ہے اگر اقتصادی راہداری پاکستانی صنعتوں کو فروغ دینے اور انہیں مسابقتی ماحول فراہم کیے بغیر صرف چین سے درآمدات کے لیے استعمال ہوئی تو یہ مقامی صنعتوں کے لیے متاثر کن ہوگی۔ (پیر محمد، دی ایکسپریس ٹریبون، 21 نومبر، صفحہ 11)

19 دسمبر: وزیراعظم کی زیرصدارت سی پیک اور توانائی کے پیداواری منصوبوں کے حوالے سے ہونے والے اجلاس میں کراچی سرکلر ریلوے (KCR) اور کیٹی بندر کی بندرگاہ کو سی پیک میں شامل کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے۔ اجلاس میں وزیراعظم نے ہدایت کی ہے کہ چین پاکستان مشترکہ تعاون کمیٹی (JCC) کے اگلے اجلاس میں ان دونوں منصوبوں کو سی پیک میں شامل کرنے کے حوالے سے مشاورت کی جائے۔ (ڈان، 20 دسمبر، صفحہ 3)

19 دسمبر: چینی سفارتخانے کے حکام نے صوبوں کے درمیان منصوبوں کی غیر منصفانہ تقسیم، غیر شفافیت، بدعنوانی و بے قاعدگی اور ماحول سے متعلق سی پیک منصوبے پر ہونے والی تمام تنقید کو رد کردیا ہے۔ چینی سفارتکار کا کہنا تھا کہ سی پیک بہتر طریقے سے آگے بڑھ رہا ہے لیکن کچھ عناصر منصوبے کو بدنام کرنے میں مصروف ہیں جنہیں عوامی حمایت بھی حاصل ہے۔ انھوں نے پنجاب سے متعلق تنقید کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ چھوٹے صوبوں پر پنجاب کو فوقیت دی جارہی ہے اور منصوبے کو چائنہ پنجاب اقتصادی راہداری کا نام بھی دیا جارہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ منصوبے سے سب سے بڑا فائدہ بلوچستان کو ہے تو منصوبے کو چائنہ بلوچستان اقتصادی راہداری کیوں نہیں کہا جاتا ہے۔ (ڈان، 20 دسمبر، صفحہ 3)

20 دسمبر: پاکستان اور بھارت کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی کے دوران لیفٹننٹ جنرل عامر ریاض کمانڈر سدرن کمانڈ نے بھارت کو پاکستان دشمن سرگرمیوں کو پس پشت ڈال کر ایران، افغانستان اور دیگر وسط ایشیائی ریاستوں کے ساتھ سی پیک کے ثمرات سے استفادہ حاصل کرنے کی پیشکش کی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 21 دسمبر، صفحہ 3)

26 دسمبر: نیشنل ہائی وے اتھارٹی (NHA) کے ترجمان کے مطابق چین سی پیک منصوبے کے تحت مغربی حصے پر شاہراؤں کی تعمیر کے تین نئے منصوبوں کے لیے نرم شرائط پر 107.76 بلین روپے کا قرضہ فراہم کریگا۔ ان تین نئے منصوبوں میں آٹھ بلین روپے لاگت کی 280 کلومیٹر طویل رائے کوٹ تا تھاکوٹ شاہراہ، 80 بلین روپے لاگت کی 210 کلومیٹر طویل یارک تا ژوب شاہراہ اور 19.76 بلین روپے لاگت کی 110 کلومیٹر طویل

باسمہ تا خضدار شاہراہ شامل ہے۔ (ڈان، 27 دسمبر، صفحہ 10)

29 دسمبر: بھارت کی جانب سے 1960 کے سندھ طاس معاہدے پر اپنے موقف پر نظرثانی کی دھمکی کے تناظر میں چین اور پاکستان نے آبی تحفظ کو سی پیک کا حصہ بنانے کی فیصلہ کیا ہے۔ پن بجلی وسائل سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے یہ فیصلہ دونوں ممالک کی JCC (جے سی سی) کے چھٹے اجلاس میں کیا گیا۔ اجلاس کے بعد وفاقی وزیر برائے منصوبہ بندی و ترقی احسن اقبال کے جاری کردہ بیان میں کہا گیا ہے کہ دریائے سندھ پر پن بجلی منصوبوں خصوصاً دیامر بھاشا ڈیم کی تعمیر کے لیے کمیٹی نے ایک گروپ تشکیل دیا ہے۔ وزیر کا کہنا تھا کہ اگر دیامر بھاشا ڈیم سی پیک کا حصہ بن جاتا ہے تو یہ ایک تاریخی کامیابی ہوگی۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 30 دسمبر، صفحہ 1)

بلوچستان:

14 اکتوبر: بلوچستان نیشنل پارٹی مینگل گروپ کے سربراہ سردار اختر جان مینگل نے گوادر میں ایک عوامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ وفاقی حکومت کی جانب سے گوادر اور سی پیک سے متعلق کیے گئے تمام معاہدے منظر عام پر آنے چاہیے۔ حکمران مقامی ماہی گیروں سے سمندر چھین لینا چاہتے ہیں جسے وہ صدیوں سے اپنا روزگار حاصل کرنے کے لیے استعمال کرتے آرہے ہیں۔ ترقی کے نام پر یہاں کے وسائل غضب کیے جارہے ہیں۔ گوادر سی پیک کے لیے دروازے کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی بندرگاہ کی وجہ سے 46 بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کے لیے معاہدے کیے گئے ہیں لیکن اسی ساحلی شہر کے عوام پینے کے پانی سے بھی محروم ہے اور حکومت نے اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا۔ اختر جان مینگل نے دعویٰ کیا کہ سی پیک سے متعلق تمام معاہدوں پر وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف بلوچستان کے مالک کی حیثیت سے دستخط کررہے ہیں۔ (ڈان، 15 اکتوبر، صفحہ 5)

13 نومبر: گوادر بندرگاہ سے پہلی تجارتی کھیپ کی روانگی سے سی پیک کا باقاعدہ آغاز کردیا گیا ہے۔ تجارتی

بحری جہاز کی گوادر بندرگاہ سے روانگی سے قبل افتتاحی تقریب بھی منعقد کی گئی جس میں پاکستان کی اعلیٰ سیاسی و عسکری قیادت کے علاوہ چینی حکام نے بھی شرکت کی۔ خبر کے مطابق متعدد کنٹینرز جو گوادر بندرگاہ لائے گئے خالی تھے۔ پاکستان کے مسلسل تجارتی خسارے کا مطلب ہے کہ کنٹینرز متواتر ملک میں جمع ہوتے رہتے ہیں اور اکثر انہیں خالی ہی واپس بھیجنا پڑتا ہے۔ (ڈان، 14 نومبر، صفحہ 1)

17 نومبر: محکمہ ریلوے نے گوادر میں سی پیک سے متعلق اپنی سہولیات کا دائرہ کار وسیع کرنے کے لیے بلوچستان حکومت سے 71 ایکڑ زمین حاصل کرلی ہے۔ وزیر ریلوے خواجہ سعد رفیق نے سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے ریلوے کو آگاہ کیا ہے کہ بلوچستان حکومت کو زمین کی مد میں 130 ملین روپے کی ادائیگی کے انتظامات کیے جارہے ہیں۔ وفاقی وزیر کے مطابق گوادر میں ریلوے ٹرمنل، گودام اور پٹریوں کے لیے مزید زمین حاصل کی جارہی ہے۔ (ڈان، 18 نومبر، صفحہ 3)

23 دسمبر: بلوچستان حکومت نے گوادر شہر میں فوری طور پر تین ماہ کے لیے ہر قسم کی زمین کی منتقلی پر پابندی عائد کردی ہے۔ ڈپٹی کمشنر گوادر طفیل احمد بلوچ کے مطابق یہ فیصلہ گوادر ماسٹر پلان کی دوبارہ منصوبہ بندی کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ ماسٹر پلان کے تحت گوادر میں وسیع و جدید شہر (میگا سٹی اور اسمارٹ سٹی) کی تعمیر کے لیے چھ ماہ پہلے غیرملکی کمپنی اور ادارہ ترقیات گوادر (GDA) کے درمیان مفاہمت کی یادداشت پر دستخط ہوئے تھے۔ (ڈان، 24 دسمبر، صفحہ 1)

سندھ:

15 نومبر: سندھ حکومت نے سمندری اور زمینی راستوں کے ذریعے تجارت کے فروغ اور چینی سرمایہ کاروں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے دھابیجی میں چائنا پاکستان انڈسٹریل زون (CPIZ) اور کیٹی بندر کے تعمیری منصوبے کو حتمی شکل دے دی ہے۔ دونوں ممالک کی جے سی سی کے آئندہ ماہ چین میں ہونے والے اجلاس میں ان دونوں منصوبوں کو سی پیک میں شامل کرنے کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ چینی وفد سے ملاقات میں وزیر

اعلی سندھ سید مراد علی شاہ کا کہنا تھا کہ انہوں نے دھابیجی میں صنعتی زون کے قیام کے لیے زمین مختص کردی ہے۔ (ڈان، 16 نومبر، صفحہ 17)

30 دسمبر: چینی حکام نے KCR (کے سی آر)، کیٹی بندر کی بحالی اور دھابیجی میں خصوصی اقتصادی زون (SEZ) منصوبوں کو سی پیک میں شامل کرنے کی منظوری دیدی ہے۔ وزیر اعلی سندھ سید مراد علی نے چینی حکام کو بتایا کہ کراچی دنیا کے گنجان ترین شہروں میں سے ایک ہے اور کے سی آر کا منصوبہ منافع بخش ثابت ہوگا۔ سندھ حکومت تین ماہ سی پیک میں شامل کیے جانے والے منصوبوں پر عمل درآمد (feasibility) چین کو پیش کرے گی۔ (ڈان، 30 دسمبر، صفحہ 1)

خیبر پختون خوا:

18 اکتوبر: ایک خبر کے مطابق وزیر اعلیٰ خیبر پختون خوا (KPK) پرویز خٹک نے کہا ہے کہ وفاقی حکومت سی پیک منصوبوں کے حوالے سے صوبوں کے ساتھ جعلسازی کررہی ہے۔ سی پیک منصوبے کی ابتداء پرویز مشرف حکومت میں ہوئی لیکن جب مسلم لیگ ن حکومت آئی اس نے تمام منصوبوں کی پنجاب میں ابتداء کی اور دیگر صوبوں کو اندھیرے میں رکھا۔ وفاقی حکومت نے تقریباً تمام 46 بلین ڈالر کے ترقیاتی منصوبوں کا رخ پنجاب کی طرف موڑ دیا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ مغربی راستہ پہلے مکمل ہونا چاہیے اور اسے سی پیک کا لازمی حصہ قرار دینا چاہیے۔ (ڈان، 19 اکتوبر، صفحہ 7)

پنجاب:

9 نومبر: میانوالی تحصیل کے نو دیہات میں حکومت کی جانب سے سی پیک منصوبے کے تحت زمین حاصل کرنے کے لیے نوٹیفکیشن جاری کردیا گیا ہے۔ مقامی رکن پنجاب اسمبلی ڈاکٹر صلاح الدین خان کے مطابق سی پیک (روٹ 3) ان کے حلقے سے گزرتا ہے لیکن NHA (این ایچ اے) کی جانب سے معلومات کا تبادلہ نہیں کیا گیا جبکہ بڑے پیمانے پر گزشتہ کچھ مہینوں سے زمین کی منتقلی جاری ہے۔ اس رازداری کا مقصد

خریداروں کو فائدہ پہنچانا تھا۔ مقامی لوگوں نے تھوڑی قیمت زیادہ ملنے پر زمین فروخت کردی لیکن ایک ہفتے میں ہی نوٹیفکیشن جاری ہونے کے بعد راتوں رات ان زمینوں کی قیمت آسمان پہ جا پہنچی۔ نوٹیفکیشن کے اجراء سے پہلے ہزاروں کنال زمین موضع مسان میں فروخت ہوئی۔ ان زمینوں کے خریداروں میں گاڑیاں بنانے کی صنعت کے مالکان، ایک بڑی کاروباری شخصیت اور حکمران خاندان کے افراد شامل ہیں جو حال ہی میں جائیداد کے کاروبار میں داخل ہوئے۔ (ڈان، 10 نومبر، صفحہ 16)

- زمینی قبضہ

سندھ:

18 اکتوبر: تھر میں ترقیاتی منصوبوں خصوصاً کوئلے سے توانائی کے پیداواری منصوبوں کے آغاز کے بعد زمینی قبضے کے حوالے سے کراچی میں ہونے والے ایک سیمینار میں ماہر ترقیات ڈاکٹر سونو کھنگرانی نے کہا ہے کہ تھر میں ترقی کے لیے اپنائے گئے طریقہ کار، زمینی قبضے اور کوئلے کی کانکنی کے منصوبوں کے آغاز کے ساتھ ہی آبی وسائل تیزی سے کم ہونے کی وجہ سے خوراک کا روایتی نظام متاثر ہورہا ہے جو غذائی کمی میں اضافی کی وجہ ہے۔ روایتی چراگاہوں پر قبضہ جاری ہے جس کے نتیجے میں تھر میں خوراک کی کمی اور قدرتی ماحول برباد ہورہا ہے۔ (ڈان، 19 اکتوبر، صفحہ 18)

19 نومبر: سندھ اینگرو کول مائننگ کمپنی (SECMC) کے اعلیٰ افسران نے تھر کوئلہ منصوبہ بلاک 2 کے دورے کے موقع پر ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے منصوبے سے ہزاروں ایکڑ اراضی کی تباہی اور ذرائع روزگار کو نقصان پہنچنے کے مقامی افراد کے دعوؤں کو رد کردیا ہے۔ کمپنی کے مطابق منصوبے میں استعمال ہونے والی تقریباً تمام زمین حکومت سے حاصل کی گئی ہے اور صرف چند ایکڑ زمین مقامی افراد کے نام ہے جو انتقال کرچکے ہیں۔ زمین کا 80 فیصد معاوضہ محکمہ ریونیو کے ذریعے ادا کیا جاچکا ہے اور منصوبے سے بے گھر ہونے والے افراد کی آبادکاری کے لیے 3,000 ایکڑ اراضی حاصل کرلی گئی ہے۔ (ڈان، 19 نومبر، صفحہ 19)

فاٹا:

15 اکتوبر: شمالی وزیرستان کے علاقے میرام شاہ میں دتہ خیل گاؤں کے قبائلی ہزاروں ایکڑ زرعی زمین سے محرومی کے خوف کا شکار ہیں۔ یہ قبائلی اس سے پہلے شدت پسندوں کے خلاف ہونے والے فوجی آپریشن ضرب عضب کے نتیجے میں اپنی رہائشی، کاروباری وتجارتی جائیداادوں سے محروم ہوچکے ہیں۔ متاثرہ رہائشیوں کا کہنا ہے کہ حکام نے مبینہ طور پر 4,000 کنال زرعی زمین پر قبضہ کرلیا ہے۔ دتہ خیل قبیلے کے بزرگ ملک نصیر اللہ وزیر نے اخبار کو ٹیلی فون کے ذریعے بتایا کہ زرعی زمینوں کے اطراف فوج تعینات کردی گئی اور بھاری مشینری کے ذریعے زمین کو ہموار کیا جارہا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ''اس علاقے کی آبادی تقسیم ہند سے پہلے سے یہاں آباد ہے اور مقامی آبادی وسیع علاقے پر گزشتہ آٹھ دہائیوں سے کاشتکاری کرتی آرہی ہے''۔ فوج نے آپریشن ضرب عضب کے تحت میرام شاہ میں دتہ خیل کے رہائشیوں کی 3,000 دکانیں اور 250 گھر بھی مسمار کردیئے ہیں۔ (ڈان، 16 اکتوبر، صفحہ 7)

- لینڈ کمپیوٹرائزیشن

21 نومبر: KPK (کے پی کے) میں زمینی ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن کے لیے صوبہ بھر میں سہولت مراکز کا قیام غیر یقینی کا شکار ہے۔ گزشتہ کچھ سالوں میں 6.8 بلین روپے تخمینی لاگت کے منصوبے پر صرف 427.367 ملین روپے خرچ ہوسکے ہیں جو کل لاگت کا 6.2 فیصد ہے۔ (ڈان، 22 نومبر، صفحہ 5)

1 دسمبر: ایک خبر کے مطابق کراچی سمیت سندھ بھر میں اربوں روپے مالیت کا زمین کے کمپیوٹرائزڈ اندراج کا منصوبہ حکام کی جانب سے ریکارڈ کی درستگی اور غلطیوں سے پاک بنانے میں ناکامی کی وجہ سے سست روی کا شکار ہے۔ ایک طرف زمین کے کمپیوٹرائزڈ اندراج کے نام پر بدعنوانی اور غیر قانونی بھرتیاں کی گئیں ہیں جبکہ دوسری طرف نجی کمپنیوں کو اربوں روپے ادائیگی کے عوض زمینوں کے اندراج کا ہدف دیا گیا ہے۔ عوامی حلقوں میں نجی کمپنیوں کے ذریعے 10 بلین روپے لاگت سے زمینی اعداد وشمار کے کمپیوٹرائزڈ اندراج کے منصوبے پر سخت تحفظات پائے جاتے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 2 دسمبر، صفحہ 2)

22 دسمبر: لاہور میں ارفع کریم ٹیکنالوجی پارک میں زمین کے کمپیوٹرائزڈ اعداد و شمار کے مرکز کے افتتاح سے پنجاب لینڈ ریکارڈز اتھارٹی (PLRA) کا باضابطہ آغاز ہوگیا ہے۔ منصوبے کے تحت صوبے کی 143 تحصیلوں کی 55 ملین جائیدادوں کا ریکارڈ کمپیوٹرائزیشن کے ذریعے محفوظ کیا جاچکا ہے۔ افتتاح کے موقع پر وزیر اعلیٰ نے کہا ہے کہ اس اقدام سے "پٹواری کلچر" سے چھٹکارہ حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔ کمپیوٹرائزیشن کا مقصد زمین سے متعلق جھگڑے، دھوکہ دہی و جعلسازی اور دستاویزی بے قاعدگیوں اور بدعنوانی کا خاتمہ کرنا ہے۔
(دی ایکسپریس ٹریبیون، 23 دسمبر، صفحہ 5)

پانی

26 دسمبر: IMF (آئی ایم ایف) کے مطابق پانی کی قلت کے شکار ممالک میں پاکستان کا تیسرا درجہ ہے۔ پاکستان کے آبی ذخائر کے حوالے سے ادارے کے اعداد و شمار انتہائی پریشان کن ہیں۔ ایشیائی ترقیاتی بینک (ADB) کے مطابق پاکستان کا شمار پانی کی انتہائی شدید قلت کا شکار ممالک میں ہوتا ہے۔ پاکستان میں فی کس سالانہ 1,000 مربع میٹر پانی دستیاب ہے۔ آبی وسائل پر تحقیق کے سرکاری ادارے پاکستان کونسل آف ریسرچ ان واٹر ریسورسیز (PCRWR) نے خبردار کیا ہے کہ اگر مناسب اقدامات نہ کیے گئے تو 2025 تک ملک میں خشک سالی ہوسکتی ہے۔ (انجم ابراہیم، بزنس ریکاڈر، 26 دسمبر، صفحہ 16)

- آبپاشی

19 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق سندھ کے پہاڑی علاقوں میں جولائی اور اگست کی مون سون بارشوں نے خشک سالی کا زور توڑ دیا ہے اور 33 سے زیادہ آبی ذخائر انتہائی سطح تک بھر گئے جہاں آبپاشی نظام کے ذریعے زراعت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ان زیرِ زمین پانی کے ذخائر میں بھی اضافہ ہوا جہاں پانی پمپ کے ذریعے نکال کر زراعت اور مویشی بانی کی جاتی ہے۔ طویل عرصے بعد دراوت ڈیم بھی بھر چکا ہے لیکن اس کا نہری نظام تعمیر نہ ہونے کی وجہ سے ڈیم کا پانی زراعت کے لیے جاری نہیں کیا جاسکتا۔ واٹر اینڈ پاور ڈیولپمنٹ اتھارٹی (WAPDA) کی جانب سے دراوت ڈیم 2014 میں مکمل کرلیا گیا تھا جس سے 25,000 ایکڑ زمین

سیراب ہوگی اگر ڈیم پانی کے ذخیرے کی انتہائی سطح 121,600 ایکڑ فٹ تک بھرتا ہے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 19 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

21 ستمبر: محکمہ آبپاشی پنجاب کے ذرائع نے کہا ہے کہ عالمی بینک کے ایک وفد نے ملک میں پانی کی تقسیم کے ادارے انڈس ریور سسٹم اتھارٹی (IRSA) کے حکام سے ملاقات میں تربیلا ڈیم سے کوٹری بیراج کے درمیان آبپاشی نظام میں پانی کے زیاں کو کم کرکے پانی بچانے اور IRSA (ارسا) کی پیشہ ورانہ صلاحیت میں اضافے کے لیے مدد کی پیشکش کی ہے۔ عالمی بینک نے تجویز دی ہے کہ ارسا بیراجوں پر پانی کی پیمائش کا جدید ٹیلی میٹری نظام نافذ کرے تاکہ تربیلا سے کوٹری تک پانی کے زیاں کی درست اعداد و شمار حاصل کیے جاسکیں۔ (بزنس ریکارڈر، 22 ستمبر، صفحہ 5)

30 ستمبر: ارسا نے ایک اجلاس میں سندھ اور پنجاب کو ربیع کی فصل کے لیے مقررہ مختص کوٹے سے 18 فیصد کم پانی فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ارسا نے موسمی تبدیلی اور ڈیموں کے توسیع منصوبوں کے پیش نظر پانی کی سطح کو بلند کرنے کے لیے اور پانی کی ضروریات کے پیش نظر یہ کمی کی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق مذکورہ بالا فیصلے سے ہزاروں ٹن پیداوار پر مبنی فصل کی کاشت متاثر ہوگی۔ (ڈان، 1 اکتوبر، صفحہ 19)

11 اکتوبر: دریائے چناب میں پانی کی کمی کی وجہ سے ہیڈ مرالہ کے مقام پر مرالہ راوی لنک کنال گزشتہ دو ہفتوں سے بند پڑی ہے۔ آبپاشی حکام کے مطابق ہیڈ مرالہ کے مقام پر دن بہ دن پانی کی سطح کم ہونے کی وجہ سے کنال بند کی گئی ہے۔ حکام کو خدشہ ہے کہ دریائے چناب میں پانی کی کمی کی وجہ سے سیالکوٹ، گجرات، گجرانوالہ اور شیخوپورہ اضلاع میں ہزاروں ایکڑ زمین پر فصلوں کی کاشت متاثر ہوسکتی ہے۔ (ڈان، 12 اکتوبر، صفحہ 5)

7 نومبر: ADB (اے ڈی بی) کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں پانی کی بڑھتی ہوئی قلت مستقبل میں

غذائی عدم تحفظ کی وجہ بن سکتی ہے کیونکہ 90 فیصد دستیاب پانی 80 فیصد زرعی زمینوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ موسمی تبدیلی کی وجہ سے دریائے سندھ میں پانی کے بہاؤ میں کمی واقع ہوئی ہے۔ پاکستان میں سالانہ 145 ملین ایکڑ فٹ پانی بہتا ہے جبکہ پانی ذخیرہ کرنے کی موجودہ صلاحیت 14 ملین ایکڑ فٹ ہے یعنی پاکستان صرف 30 دن کا پانی ذخیرہ کرسکتا ہے جبکہ عالمی معیار کے مطابق کم از کم 120 دن کا پانی ذخیرہ ہونا چاہیے۔
(بزنس ریکارڈر، 8 نومبر، صفحہ 12)

10 نومبر: ایک مضمون کے مطابق 90 کی دہائی میں آبی ماہرین نے 2005 تک ملک میں پانی کے ذخائر میں نمایاں کمی ہونے کی پیشنگوئی کردی تھی جس کی تصدیق پاکستان میں آبی وسائل کے تحقیقی ادارے PCRWR (پی سی آر ڈبلیو آر) نے کی تھی۔ اس حوالے سے مزید کہا گیا تھا کہ اگر موجودہ صورتحال برقرار رہی تو ملک میں 2025 تک پانی کی شدید قلت ہوگی۔ مضمون کے مطابق زندگی کی برقرار رکھنے والی بنیادی ضرورت ''پانی'' کی انتہائی قلت کسی بھی ملک کو خانہ جنگی کی طرف دھکیل سکتی ہے۔ ملک میں پانی کی غیر منصفانہ تقسیم کے نتیجے میں صوبوں کے مابین قابل تشویش اختلاف و تناؤ پایا جاتا ہے۔ نئے ڈیموں کی تعمیر کا خواب اختلاف رائے کے باعث کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ اس کے علاوہ پاکستان آبی ضروریات کے لیے مون سون اور گلیشیئر پر انحصار کرتا ہے اور موسمی تبدیلی کی وجہ سے آبی ذخائر مزید انحطاط پزیری کا شکار ہیں۔ (فہد ملک، ڈان، 10 نومبر، صفحہ 10)

18 نومبر: وزیر اعلی سندھ سید مراد علی شاہ نے کہا ہے کہ برطانوی حکومت میں تعمیر کردہ سکھر بیراج اپنی معیاد مکمل کرچکا ہے۔ اب سندھ حکومت اس کی بحالی پر کام کررہی ہے اور ساتھ ساتھ نئے بیراج کی تعمیر کی منصوبہ بندی بھی کی جارہی ہے۔ عالمی بینک نے بیراج کی مرمت و بحالی کے لیے تحقیق مکمل کرلی ہے، جس کے بعد بیراج مزید 20 سے 30 سال تک کارآمد و قائم رہے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 19 نومبر، صفحہ 3)

31 نومبر: نارا کنال ایریا واٹر بورڈ کی کسان تنظیموں نے محکمہ آبپاشی کے افسران پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ بدعنوانی اور بے قائدگیوں میں ملوث ہیں اور مطالبہ کیا ہے کہ سندھ اریگیشن اینڈ ڈرینج اتھارٹی (SIDA) کو محکمہ

آبپاشی سندھ میں ضم کیا جائے۔ SIDA (سیڈا) تباہ ہوچکا ہے اور نارا کنال کے آخری سروں پر واقع علاقوں میں مسلسل پانی کی قلت سے زرعی شعبہ تباہ ہورہا ہے۔ ان علاقوں میں دو سال سے نہروں کی صفائی اور مرمت کا کام بھی نہیں کیا گیا اور سارا بجٹ خرد برد کرلیا گیا ہے۔ (ڈان، 1 دسمبر، صفحہ 19)

12 دسمبر: ایک مضمون کے مطابق گڈو بیراج کی تعمیر و مرمت کی ابتدائی جائزہ (feasibility) رپورٹ کو حتمی شکل دیدی گئی ہے۔ بیراج کی تعمیر و مرمت پر 20 بلین روپے لاگت آئے گی۔ عالمی بینک نے حال ہی میں گڈو بیراج کی مرمت کے لیے قرضہ منظور کیا ہے۔ بیراج کی مرمت سے سیلاب جیسی ہنگامی صورتحال پر قابو پانے میں مدد اور بالائی اور زیریں سندھ کو سیراب کرنے والے سکھر بیراج کی سات نہروں کے لیے بھی مسلسل پانی کی فراہمی یقینی بنانے میں مدد ملے گی۔ منصوبے میں بیراج کے تمام 65 دروازوں کی تبدیلی بھی شامل ہے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 12 دسمبر، صفحہ 4)

19 دسمبر: اے ڈی بی کی رپورٹ (ایشین ڈیولپمنٹ آؤٹ لک 2013) کے مطابق پاکستان پانی کی قلت کے شکار ممالک کی فہرست میں شامل ہونے کے قریب ہے۔ 1950 کے مقابلے پانی کی دستیابی 400 فیصد کمی کے بعد 1,100 مربع میٹر (فی کس) ہوگئی ہے۔ پاکستان اس وقت اپنی زرعی ضروریات کا نصف زیرزمین پانی سے پوری کرتا ہے اور دنیا کا چوتھا بڑا ملک ہے جو ہر سال 60 مربع کلومیٹر زیرزمین پانی کا اخراج کرتا ہے۔ متعدد ماہرین آب کا خیال ہے کہ اگلی ایک دہائی میں زیرزمین پانی کی سطح میں 10 سے 20 میٹر کمی ہوسکتی ہے جس سے سندھ اور پنجاب کے ٹیوب ویل اور بلوچستان کی کاریزیں تباہ ہوجائیں گی۔ (محمد عارف وٹو، ڈان، 19 دسمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

26 دسمبر: ایک مضمون کے مطابق بلوچستان کے کسانوں اور باغات مالکان میں پانی کے مناسب استعمال کے حوالے سے شعور میں اضافہ ہورہا ہے جبکہ حکومت اور قرض دینے والے ادارے آبی وسائل کی ترقی کے لیے کوشاں ہیں۔ اے ڈی بی کا زرعی علاقوں میں 100 ملین ڈالر اور عالمی بینک کا 300 ملین ڈالر کا آبی وسائل کی

ترقی اور پانی کے تحفظ کا منصوبہ امید کی ایک کرن ہے۔ اے ڈی بی کے منصوبے کے تحت نہ صرف ڈیم کی تعمیر کی منصوبہ بندی کی جائے گی بلکہ نہری نظام بھی بہتر کیا جائے گا جس سے 10,000 ہیکٹر بنجر زمین قابل کاشت ہوگی جبکہ عالمی بینک کا منصوبہ (واٹر ریسورسز مینجمنٹ) صوبے کے مختلف اضلاع میں آبی وسائل کے تحفظ اور انتظام میں مدد کررہا ہے۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 26 دسمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- پن بجلی ڈیم

29 دسمبر: ڈائریکٹر جنرل محکمہ موسمیات پاکستان ڈاکٹر غلام رسول نے کہا ہے کہ ایک دہائی کے دوران ملک کے دو بڑے ڈیموں منگلا اور تربیلا میں پانی کی سطح انتہائی کم سطح پر آگئی ہے۔ محکمہ موسمیات کی ویب سائٹ پر دستیاب اعداد وشمار کے مطابق تربیلا ڈیم میں پانی کی سطح جو 2008 میں 40 فٹ تھی اب کم ہوکر 38 فٹ ہوگئی ہے۔ محکمہ موسمیات کے دعوے کے برعکس ارسا کے ترجمان رانا خالد نے دعویٰ کیا ہے کہ دونوں ڈیموں میں موجودہ پانی کی سطح معمول کے مطابق ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 30 دسمبر، صفحہ 12)

دراوت ڈیم:

22 اکتوبر: جامشورو اور ٹھٹھہ کے بارانی علاقوں میں ہزاروں ایکڑ زمین کو سیراب کرنے کے لیے انتہائی اہم دراوت ڈیم دو سال قبل مکمل ہوجانے کے باوجود ڈیم سے پانی کی تقسیم کا آبپاشی نظام تعمیر نہ ہونے کی وجہ سے تعطل کا شکار ہے۔ ڈیم کی تعمیر کے لیے سرمایہ وفاقی حکومت نے فراہم کرنا تھا جبکہ پانی کی تقسیم کے لیے آبپاشی نظام سندھ حکومت کے محکمہ آبپاشی کو تعمیر کرنا تھا جو سست روی کا شکار ہے۔ دراوت ڈیم منصوبے کے ڈائریکٹر کا کہنا ہے کہ ڈیم کی تعمیر سے متاثر ہونے والے زمین مالکان کو فی الحال ڈیم سے پائپ کے ذریعے پانی حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ (ڈان، 23 اکتوبر، صفحہ 19)

تربیلا ڈیم:

26 دسمبر: چیئرمین WAPDA (واپڈا) مزمل حسین نے وفاقی حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ تربیلا ڈیم کے

چوتھے توسیعی منصوبے کے ٹھیکیدار سے مقررہ وقت پر تعمیر مکمل کرنے میں ناکامی پر 25 ملین ڈالر کی وصولی کے مطالبے سے دستبردار ہو جائے۔ اس سے پہلے حکومت نے منصوبے کے ٹھیکیدار سے جون 2017 تک تعمیر مکمل کرنے کی شرط پر 50 ملین ڈالر دینے کا وعدہ کیا تھا جس میں سے 25 ملین ڈالر ادا کردیے گئے تھے، تاہم ٹھیکیدار بظاہر اس مقررہ مدت میں تعمیر مکمل کرنے سے قاصر ہے۔ یہ حیرت انگیز امر ہے کہ 25 ملین ڈالر عوام کے ٹیکس کے پیسے کو بطور انعام یا اعزازیہ منصوبے کے ٹھیکیدار کو ادا کیا گیا۔ اب حکومت منصوبے کے ٹھیکیدار سے رقم کی واپسی کا مطالبہ کررہی ہے۔ چیئرمین واپڈا کا کہنا تھا کہ متعدد وجوہات کی بناء پر رقم کی وصولی کا عمل آسان نہیں ہوگا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 دسمبر، صفحہ 11)

داسو ڈیم:

8 دسمبر: واپڈا اور داسو ڈیم کی تعمیر سے متاثرہ افراد کے درمیان زمین کے حصول کے لیے دو مہینے سے جاری تفصیلی مذاکرات کے بعد اتفاق رائے ہوگیا ہے۔ متاثرہ افراد کو زمین اور دیگر املاک کا معاوضہ ادا کرنے کے علاوہ 56.702 بلین روپے مواصلاتی ڈھانچے کی تعمیر، روزگار میں مدد اور بجلی کے نظام میں بہتری کے لیے مختص کیے جاچکے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 دسمبر، صفحہ 10)

دیامر بھاشا ڈیم:

9 ستمبر: وفاقی کابینہ نے دیامر بھاشا ڈیم کی تعمیر کے لیے زمین کے حصول کی منظوری دے دی ہے۔ اس کے علاوہ کابینہ نے چلاس میں ڈیم کی تعمیر کے لیے حاصل کی جانے والی بارانی زمین کے نرخ کی بھی منظوری دے دی ہے۔ تجزیہ نگاروں کے مطابق منصوبہ سے 4,500 میگاواٹ بجلی کی پیداوار ہوگی اور 8.1 ملین ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ کیا جاسکے گا۔ منصوبے سے بڑے پیمانے پر زراعت اور پینے کے لیے پانی دستیاب ہوگا اور سیلاب کا خطرہ کم ہوگا۔ (ڈان، ستمبر 10، صفحہ 16)

26 اکتوبر: اے ڈی بی نے دیامر بھاشا ڈیم کے لیے 14 بلین ڈالر کی فراہمی کا وعدہ کرنے سے انکار کرتے

ہوئے نجی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی اور تمام پاکستانیوں کی مساوی بڑھوتری کے لیے انتظامی اصلاحات کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اے ڈی بی کے صدر ٹا کی ہیکو نکاؤ (Takehiko Nakao) نے کہا ہے کہ منصوبہ پاکستان میں زراعت وتوانائی کو درپیش مسائل کے حل کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے تاہم منصوبہ کے تعمیر کے لیے خطیر سرمایہ درکا ہے لہذا کسی بھی قسم کا قول وقرار قبل از وقت ہوگا۔ اے ڈی بی نے پاکستان کو ڈیم کی تعمیر کے لیے ایک سے زائد ترقیاتی اور امدادی اداروں سے قرض لینے کا مشورہ دیا ہے۔ (ڈان، 27 اکتوبر، صفحہ 1)

4 دسمبر: دیامر بھاشا ڈیم کی تعمیر کے لیے زمین کا حصول تاحال تاخیر کا شکار ہے۔ منصوبہ بندی کمیشن کے مطابق وفاقی حکومت کی جانب سے رواں مالی سال کی پہلی سہ ماہی میں 14 بلین روپے کے اجراء کے باجود زمین کا حصول مقررہ تاریخ میں ممکن نہیں بنایا جاسکا۔ انکا کہنا تھا کہ حکومت منصوبہ کے لیے اب تک 72 بلین فراہم کرچکی ہے۔ واپڈا حکام کے مطابق منصوبے کے لیے اب تک مطلوبہ 37,419 ایکڑ میں سے 28,247 ایکڑ زمین حاصل کی جاچکی ہے اور بقیہ 9,172 ایکڑ زمین کا حصول جاری ہے۔ (ڈان، 5 دسمبر، صفحہ 1)

24 دسمبر: عالمی بینک اور اے ڈی بی کی جانب سے دیامر بھاشا ڈیم کی تعمیر کے لیے 14 بلین ڈالر کی فراہمی سے انکار کے بعد حکومت سرمائے کے حصول کے لیے غازی بروتھا پن بجلی منصوبے کو 15 سے 20 سال کے لیے پٹہ پر دینے کی منصوبہ بندی کررہی ہے۔ حکام کے مطابق وزارت خزانہ نے ڈیم کی تعمیر کے لیے سرکاری ترقیاتی پروگرام (PSDP) کے ذریعے سرمائے کی فراہمی کو مسترد کردیا ہے اور واپڈا کو تجویز دی ہے کہ وہ سرمائے کے حصول کے لیے غازی بروتھا ڈیم کو پٹہ پر دینے پر غور کرے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 دسمبر، صفحہ 11)

نیلم جہلم:

27 اکتوبر: کابینہ کمیٹی برائے توانائی کے اجلاس میں چیئرمین واپڈا مزمل حسین نے 4.2 بلین ڈالر تخمینی لاگت کے نیلم جہلم پن بجلی منصوبے کے نقشے کو غیر معیاری قرار دیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اصل منصوبے میں حقیقی مالی اور جغرافیائی تحقیق کا فقدان نظر آتا ہے۔ ڈیم کے ناقص نقشے کی وجہ سے دوران تعمیر نقشے میں انتہائی

ضروری ردو بدل ناگزیر ہیں۔ یہ ایک انوکھا منصوبہ ہے جس کا 90 فیصد حصہ زیر زمین اور 10 فیصد حصہ زمین کے اوپر ہونے کی وجہ سے پہاڑی چٹانوں کے بیچ سرنگوں کے وسیع نظام کے لیے کھدائی کرنا ضروری ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 28 اکتوبر، صفحہ 11)

8 دسمبر: واپڈا ذرائع کے مطابق ادارے نے نیلم جہلم پن بجلی منصوبہ کی تخمینی لاگت میں جو 2015 میں 404.331 بلین روپے تھی 23.6 فیصد اضافے کا عندیہ دیا ہے 90 بلین روپے اضافے کے بعد کل لاگت 500 بلین روپے ہو جائے گی۔ واپڈا نے حکومت سے بجلی کے صارفین پر عائد کردہ نیلم جہلم سرچارج کی مدت میں ڈیڑھ سال اضافے کی درخواست بھی کی ہے جس سے مزید نو بلین روپے حاصل ہونگے۔ واپڈا اب تک بجلی صارفین سے اس مد میں 46.7 بلین روپے وصول کر چکا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 دسمبر، صفحہ 3)

کالا باغ ڈیم:

30 ستمبر: ایک خبر کے مطابق متنازعہ کالا باغ ڈیم فوری تعمیر کے لیے تیار ڈیموں کی حکومتی فہرست میں شامل ہے۔ یہ انکشاف سینٹ میں وزارت پانی و بجلی کی جانب سے تعمیر کے لیے تیار، زیر تعمیر اور زیر غور منصوبوں کی فہرست پیش کیے جانے پر ہوا۔ وزارت نے ایوان کو تحریری طور پر آگاہ کیا کہ 3,600 میگاواٹ کے کالا باغ ڈیم کا مفصل نقشہ اور ٹھیکے کے دستاویزات 1988 میں مکمل کیے جا چکے ہیں جس پر بلوچستان کے سینیٹروں نے کالا باغ ڈیم کو تعمیری منصوبوں کی فہرست میں شامل کرنے پر احتجاج کیا اور سوال اٹھایا کہ اس منصوبے کی فہرست کو ایوان میں کیوں پیش کیا گیا۔ تاہم وزیر مملکت برائے پانی و بجلی عابد شیر علی نے کہا کہ حکومت کسی بھی متنازعہ منصوبے پر تعمیر کا آغاز نہیں کر رہی۔ (ڈان، 1 اکتوبر، صفحہ 5)

وارسک ڈیم:

9 دسمبر: واپڈا کی جانب سے وارسک پن بجلی ڈیم کے دوسرے مرمتی منصوبے سے بجلی کے پیداوار پھر سے 243 میگاواٹ ہو جائے گی جو بجلی پیدا کرنے والے آلات کے پرانے اور بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے گھٹ کر

193 میگاواٹ ہوگئی تھی۔ حکام کے مطابق منصوبے پر 22.25 بلین روپے لاگت آئے گی اور تکمیل کے بعد ڈیم کے قابل استعمال مدت میں 30 سے 40 سال کا اضافہ ہوگا۔ منصوبے کے لیے جرمن ترقیاتی بینک (KFW) اور فرانس کا ترقیاتی ادارہ (AFD) قرضہ فراہم کررہے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 10 دسمبر، صفحہ 11)

کرم تنگی ڈیم:

14 دسمبر: امریکی ادارہ برائے بین الاقوامی ترقی (USAID) اور واپڈا نے شمالی وزیرستان میں کرم تنگی ڈیم کے پہلے مرحلے کی تعمیر کے لیے معاہدہ پر دستخط کیے ہیں۔ منصوبے کے لیے USAID (یو ایس ایڈ) 81 ملین ڈالر فراہم کریگا۔ ڈیم دو تعمیراتی مرحلوں میں مکمل ہوگا جس سے 83.4 میگاواٹ بجلی حاصل ہوگی اور 1.2 ملین ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ کیا جاسکے گا۔ (ڈان، 15 دسمبر، صفحہ 3)

متفرق

23 دسمبر: ایک خبر کے مطابق نجی کمپنی انیرو انجینئرنگ سروس کے سربراہ ڈاکٹر نذیر احمد نے دعوی کیا ہے کہ پنجاب صاف پانی منصوبے کا ٹھیکہ 280 بلین روپے کی انتہائی اونچی بولی لگانے والی چینی کمپنی کو دیے جانے کا امکان ہے جبکہ منصوبہ 84 بلین روپے میں مکمل ہوسکتا ہے۔ کمپنی کے سربراہ نے ٹھیکے دیے جانے کے عمل میں شفافیت پر سوال اٹھاتے ہوئے اس پر نظرثانی پر زور دیا ہے۔ اس حوالے سے پنجاب صاف پانی کمپنی (PSPC) کے سیکرٹری نے اخباری نمائندے سے بات کرنے سے انکار کردیا۔ (بزنس ریکارڈر، 24 دسمبر، صفحہ 19)

27 دسمبر: وزیراعلی شہباز شریف نے PSPC (پی ایس پی سی) کے سربراہ وسیم اجمل، ٹھیکوں اور خریداری کے شعبے کی سربراہ محترمہ شبنم کو فرائض سے غفلت برتنے پر معطل اور منصوبے کے جنرل منیجر کرنل ریٹائرڈ طاہر مقبول کو برطرف کردیا ہے۔ وزیراعلی نے ایک کمیٹی بھی تشکیل دی ہے جو اس حوالے سے تحقیقات کرے گی۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 28 دسمبر، صفحہ 5)

28 دسمبر: وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے پانی کے شعبے میں کام کرنے والی چینی کمپنیوں کے اعلیٰ حکام سے پنجاب صاف پانی منصوبے کے حوالے سے بذریعہ ویڈیو لنک بات چیت کی ہے۔ وزیراعلیٰ نے چینی کمپنیوں کی جانب سے منصوبے میں دلچسپی کا خیر مقدم کرتے ہوئے یقین دلایا ہے کہ انہیں صوبے میں ہر قسم کی سہولیات فراہم کی جائیں گی۔ (بزنس ریکارڈر، 29 دسمبر، صفحہ 8)

- پانی کی قلت

2 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق سی پیک میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھنے والا گوادر گزشتہ کئی سالوں سے حکومتی عدم توجہ کی وجہ سے پانی کی شدید قلت کا شکار ہے۔ گوادر کے رہائشی دور دراز علاقوں سے پانی بھر کے لانے پر مجبور ہیں۔ مقامی رہائشیوں کے مطابق کئی لوگ پانی کی قلت کی وجہ سے گوادر چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ گوادر میں پانی کا بنیادی ذریعہ بارش ہے جس کا پانی 1993 میں تعمیر کردہ انکارہ ڈیم میں ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ ڈیم اس وقت تعمیر کیا گیا جب گوادر کی آبادی کم تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ڈیم اب گوادر کی آبی ضروریات پوری نہیں کرسکتا جبکہ طویل خشک سالی سے ڈیم خشک ہوگیا ہے اور پانی فراہم کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ موجود نہیں ہے۔ سماجی ماہر مریم سلیمان کے مطابق مشرف کے دور آمریت میں گوادر سے 150 کلومیٹر دور میرانی ڈیم تعمیر کیا گیا تھا جس سے صرف ایک پائپ لائن بچھانے کی ضرورت ہے لیکن صوبائی حکومت اتنا بھی نہیں کرسکتی۔ (محمد اکبر، ڈان، 2 ستمبر، صفحہ 16)

23 ستمبر: ملیر کی ضلعی انتظامیہ نے عدالتی حکم پر کارروائی کرتے ہوئے قبضہ کی گئی اراضی پر قائم 11 غیر قانونی ہائیڈرنٹ منہدم کردئے ہیں۔ انتظامیہ کا کہنا ہے کہ کارروائی سے پانی کی چوری کی روک تھام اور ضلع ملیر میں پانی کی باقائدہ فراہمی بحال کرنے میں مدد ملے گی۔ (ڈان، 24 ستمبر، صفحہ 18)

مزدور کسان

27 ستمبر: ایک خبر کے مطابق ضلع عمرکوٹ، سندھ کے علاقے ڈھورانو میں زمیندار نے مبینہ طور پر علاج کے

لیے اجرت اور چھٹی مانگنے پر ایک خاتون کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا۔ خاتون کے شوہر اور دیگر رشتہ داروں نے علاقہ تھانے میں بیان دیا ہے کہ زمیندار طیب منگریو نے ہاجرہ ملاح کو بری طرح تشدد کا نشانہ بنایا ہے جسے علاج کے لیے عمرکوٹ کے ضلعی ہسپتال میں داخل کردیا گیا ہے۔ خاندان کے مطابق خاتون پہلے ہی ملیریا کی مریض تھی اور اپنے علاج کے لیے زمیندار سے بقایاجات کا مطالبہ کررہی تھی۔ (ڈان، 28 ستمبر، صفحہ 19)

II۔ زرعی مداخل

صنعتی طریقہ زراعت

22 ستمبر: زرعی تجارتی کمپنی تارا گروپ کے سربراہ ڈاکٹر خالد نے ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کا گروپ کسانوں کو فائدہ مند، موثر اور جدید تکنیک فراہم کررہا ہے۔ ادارہ کسانوں کو معیاری بیج، بین الاقوامی طرز کے جراثیم کش زہر اور معیاری کھاد فراہم کرتا ہے۔ کمپنی جینیاتی کپاس کے بیج تیار کررہی ہے جس سے پاکستان میں کپاس کی پیداوار میں ایک انقلاب برپا ہوگا۔ (بزنس ریکارڈر، 23 ستمبر، صفحہ 21)

3 اکتوبر: ایک مضمون کے مطابق گزشتہ سال زرعی شعبے کے لیے دیے گئے کسان پیکج کے تناظر میں کارپوریٹ فارمنگ یعنی صنعتی بنیادوں پر کاشتکاری کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے کیونکہ سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان (SECP) میں اندراج کرنے والی زرعی کمپنیوں میں اضافہ ہورہا ہے۔ ستمبر 2015 سے ستمبر 2016 تک تقریباً 185 کمپنیاں اس قانون کے تحت اپنا اندراج کروا چکی ہیں جن میں زیادہ تر کمپنیاں بیج، ماہی گیری، مال مویشی، چارہ بنانے والی کمپنیاں ہیں۔ سب سے زیادہ 116 کمپنیوں کا اندراج پنجاب میں ہوا ہے، سندھ میں 43، اسلام آباد میں 16، کے پی کے میں 10 جبکہ بلوچستان میں کسی کمپنی نے اندراج نہیں کروایا۔ حکام کے مطابق سب سے زیادہ کمپنیوں نے بیج کے شعبہ میں اندراج کروایا ہے جن کی تعداد 70 ہے اس کے بعد مال مویشی شعبے آتا ہے جس میں 20 کمپنیوں نے اندراج کروایا ہے۔ حالیہ بجٹ میں حکومت نے ڈیری، مال مویشی، مرغبانی اور دیگر شعبوں پر عائد درآمدی محصولات پر رعایت دینے کا اعلان کیا تھا جس کے بعد مشینری اور دیگر متعلقہ درآمدات پر محصول کی شرح پانچ فیصد سے کم ہوکر دو فیصد ہوگئی ہے۔ (مبارک زیب خان، ڈان، 3

اکتوبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

30 نومبر: سندھ چیمبر آف ایگریکلچر (SCA) کے ڈویژنل صدر ناز دھاریجو نے مطالبہ کیا ہے کہ کسانوں کو ان کی فصلوں کی مناسب قیمت ادا کی جائے اور غیر معیاری زرعی ادویات اور جعلی کھاد فروخت کرنے والوں کے خلاف کارروائی کی جائے جس نے سندھ میں زرعی پیداوار کو شدید متاثر کیا ہے۔ ناز دھاریجو کا مزید کہنا تھا کہ سندھ کے بااثر جاگیردار پانی کی چوری میں ملوث ہیں اور محکمہ آبپاشی سندھ صورتحال پر قابو پانے میں ناکام ہوچکا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 دسمبر، صفحہ 11)

5 دسمبر: ایک مضمون کے مطابق پاکستان میں زراعت میں مشینوں کے استعمال کا رجحان سست روی کا شکار ہے اور پیداوار میں اضافہ کرنے والی جدید مشینری کا استعمال انتہائی محدود ہے۔ ملک میں ٹریکٹر کے استعمال میں قابل ذکر اضافہ ہوا ہے لیکن 90 فیصد کاشتکار کرایہ پر ٹریکٹر حاصل کرتے ہیں اور صرف 10 فیصد اپنا ذاتی ٹریکٹر استعمال کرتے ہیں۔ 2015 کے اعداد و شمار کے مطابق تقریباً 76 فیصد کسان کاشت کے لیے ٹریکٹر کا استعمال کرتے ہیں، 20 فیصد کسان ٹریکٹر اور مویشی دونوں کے ذریعے کاشت کرتے ہیں اور چار فیصد کسان صرف مویشیوں کے ذریعے فصل کاشت کرتے ہیں۔ زراعت میں مشینوں کے استعمال میں اضافے کے لیے پنجاب حکومت 1.184 بلین روپے کے ایک منصوبے پر کام کررہی ہے جس کے تحت کسان 50 فیصد زرتلافی پر زرعی آلات اور مشینری خرید رہے ہیں۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 5 دسمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

بیج

6 ستمبر: مکلی، ٹھٹھہ میں پاکستان ایگری کلچرل ریسرچ کونسل (PARC) کے ذیلی تحقیقی ادارے نیشنل شوگر اینڈ ٹروپیکل ہورٹی کلچر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (NSTHRI) نے گنے کی دو نئی اقسام متعارف کرائی ہیں۔ ٹھٹھہ۔ 2019 اور ٹھٹھہ۔ 324 جنہیں ایک قسم ٹھٹھہ۔10، جو پہلے ہی کاشت کاروں کے لیے متعارف کروائی جاچکی ہے، میں شامل کیا گیا ہے۔ ادارے کی طرف سے نئی اقسام کا اندراج کرلیا گیا ہے جبکہ مزید نو نئی اقسام بھی جلد متعارف

کروائی جائیں گی۔ (ڈان، 7 ستمبر، صفحہ 19)

26 دسمبر: ایک مضمون کے مطابق پنجاب حکومت نے حال ہی میں بظاہر غیر معیاری بیج پر قابو پانے اور کئی فصلوں کی فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کے لیے درآمد شدہ بیج (کی صنعت) کو سہولت فراہم کرنے کے لیے پنجاب ترمیمی سیڈ ایکٹ 2016 کا مسودہ تیار کرلیا ہے۔ اٹھارویں ترمیم کے تناظر میں یہ قانون بیج کے وفاقی قانون 2015 کا تسلسل ہے۔ پنجاب ترمیمی سیڈ ایکٹ 2016 میں بظاہر مخصوص افراد، بین الاقوامی کمپنیوں اور مقامی بیج کمپنیوں کو جینیاتی کپاس، مکئی، چاول اور جینیاتی سبزیوں کے فروغ میں فائدہ پہنچانے کے لیے وفاقی بیج ایکٹ کی متعدد شقوں اور سیکشن کو حذف کردیا گیا ہے۔ مجوزہ مسودے میں وفاقی قانون کے اہم ترین سیکشن 22 اے (22A) کو بھی حذف کردیا گیا ہے جو اہم درآمد شدہ پودے یا اقسام کے اندراج پر ان اقسام کی دو سال تک تجرباتی کاشت اور اس کے اثرات کی مقامی موسمی حالات میں جانچ کرنے کی پابندی عائد کرتا ہے۔ زرعی ماہرین کو خدشہ ہے کہ ان ترامیم کی وجہ سے بیج کمپنیاں تمام فصلوں کے جینیاتی اور غیر جینیاتی بیج بغیر کسی آزمائشی کاشت اور تجربات کے درآمد کرسکیں گی۔ پنجاب حکومت کے اس اقدام سے فصلوں میں نامعلوم بیماریاں اور جراثیم پھیل سکتے ہیں جو بڑے پیمانے پر زرعی پیداوار اور غذائی تحفظ کے لیے خطرہ ہوسکتا ہے۔
(فیصل علی گھمن، ڈان، 26 دسمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- جینیاتی بیج

31 اگست: جینیاتی کپاس کے موضوع پر ہونے والی ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعلی پنجاب شہباز شریف نے کہا ہے کہ کپاس کی صنعت ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے لیکن فی ایکڑ کپاس کی پیداوار میں اضافہ نہیں ہوا۔ زرعی پیداوار میں اضافہ صرف جدید ٹیکنالوجی، معیاری بیج اور ادویات کی فراہمی کے ذریعے کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود اس شعبے میں ترقی نہیں کررہا۔ یہ بدقسمتی ہے کہ زرخیز زمین، پانی، مناسب آب و ہوا اور سخت محنت کرنے والے کسان ہونے کے باوجود زرعی شعبہ آگے نہیں بڑھ رہا۔ وزیر اعلی نے مزید کہا کہ زرعی شعبے کے عہدیدار، زرعی سائنسدان اور ماہرین بیرون

ملک تربیت تو حاصل کرتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ نہیں نکلتا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 ستمبر، صفحہ 5)

13 دسمبر: ایک خبر کے مطابق اقوام متحدہ کے کنونشن برائے حیاتیاتی تنوع کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ملک میں جینیاتی بیج انسانی صحت، حیوانات اور ماحول پر ہونے والے اثرات کا جائزہ لیے بغیر فروخت ہورہے ہیں۔ زیادہ تر جینیاتی بیج کی اقسام متعلقہ اداروں کے علم میں لائے بغیر مقامی منڈیوں میں چند سائنسدان، افسر شاہی، سیاستدانوں اور بیج فراہم کرنے والوں کی ملی بھگت سے دستیاب ہیں۔ محکمہ تحفظ ماحولیات پاکستان (Pak-EPA) کے سابق ڈائریکٹر کا کہنا ہے کہ جینیاتی بیج حیاتیاتی ہتھیار کے طور پر پاکستان کی نقد آور فصلوں کے خلاف استعمال ہوسکتا ہے۔ غیر تصدیق شدہ جینیاتی بیج متعارف کروانے کا مقصد مقامی روایتی اقسام کا خاتمہ ہے جو ہمارے ماحول اور موسمی تبدیلی کا مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 14 دسمبر، صفحہ 10)

14 دسمبر: ایک خبر کے مطابق باوجود اس کے کہ پاکستان میں کپاس کے جینیاتی بیج کا تجربہ ناکام رہا ہے اور سرکاری اعداد و شمار ملک میں بی ٹی کپاس کی جدید اقسام کے استعمال کی تصدیق کرتے ہیں پنجاب حکومت جینیاتی بیج کمپنی سے دو نئی اقسام حاصل کرنے کی منصوبہ بندی کررہی ہے۔ حکام کے مطابق محکمہ زراعت پنجاب بول گارڈ II اور راؤنڈ اپ ریڈی فلیکس مونسانٹو سے کسان پیکج 2016-17 کے تحت خریدنے کی منصوبہ بندی کررہی ہے۔ (ڈان، 15 دسمبر، صفحہ 10)

کھاد

18 ستمبر: وزیر زراعت سندھ انور سیال کی ہدایات پر جعلی کھاد کی فروخت روکنے لیے کوششیں تیز کردی گئیں ہیں۔ محکمہ زراعت سندھ کے ڈائریکٹر جنرل ہدایت اللہ چھاچھرو کے مطابق تجزیاتی جانچ کے بعد 19 اقسام (برانڈ) کی کھاد کو غیر معیاری قرار دے دیا گیا ہے اور ان کے تیار کنندگان کے خلاف (پیسٹی سائیڈ ایکٹ 1971 کے تحت) قانونی کارروائی کی جائے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 19 ستمبر، صفحہ 5)

23 ستمبر: وزیر زراعت پنجاب فاروق جاوید نے وفاقی وزیر خزانہ اسحاق ڈار کو لکھے گئے ایک خط میں درخواست کی ہے کی کھاد کے زرتلافی کے مسئلے کو جلد حل کیا جائے تا کہ ربیع کی فصلوں کے لیے کھاد با آسانی دستیاب ہو۔ فیڈرل بورڈ آف ریونیو (FBR) نے کھاد پر زرتلافی دینے کے لیے طریقہ کار مرتب کرنا تھا تاہم وہ اب تک اس میں ناکام ہے اور تین ماہ سے یہ مسئلہ التوا کا شکار ہے۔ گندم کی بوائی کا آغاز اکتوبر میں ہوگا جس کے لیے ڈائی امونیم فاسفیٹ (DAP) کی فراہمی میں کمی ہوسکتی ہے۔ رواں ہفتے سیکرٹری وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے چیئرمین FBR (ایف بی آر) سے ملاقات کے بعد کہا تھا کہ اس مسئلہ کو حل کرنے میں دو ہفتے لگ جائیں گے تاہم اب تک اس حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 24 ستمبر، صفحہ 11)

11 اکتوبر: وفاقی حکومت کی جانب سے کھاد پر زرتلافی دیے جانے کے باوجود ملک کے مختلف علاقوں میں کسان کھاد کی زیادہ قیمت وصول کیے جانے کی شکایت کررہے ہیں۔ کسانوں کا کہنا ہے کہ خوردہ فروش 50 کلو گرام کھاد کی بوری پر حکومت کی جانب سے مقرر کردہ نرخ سے یوریا پر 150 سے 200 روپے اور DAP (ڈی اے پی) پر 300 سے 400 روپے زائد وصول کررہے ہیں۔ محکمہ زراعت پنجاب کے ایک افسر کے مطابق زیادہ تر شکایتیں جنوبی پنجاب اور لاہور ڈویژن سے موصول ہورہی ہیں۔ وفاقی حکومت نے 50 کلوگرام یوریا کی رعایتی قیمت 1,400 روپے اور ڈی اے پی کی 2,500 روپے مقرر کی ہے۔ (ڈان، 12 اکتوبر، صفحہ 2)

18 دسمبر: پنجاب حکومت کھاد کے کاروبار کو ضابطے میں لانے کے لیے ایک جامع قانون بنارہی ہے جس میں خلاف ورزی کی صورت میں سخت سزائیں متعارف کرائی جارہی ہیں۔ مجوزہ قانون کھاد کے لائسنس، اس کے اندراج کھاد کا ذخیرہ کرنے، اس کی فروخت، اس کی تقسیم و استعمال اور کھاد میں استعمال ہونے والے اجزاء کو ضابطے میں لائے گا۔ کھاد کے کاروبار کے لیے کم از کم میٹرک سند یافتہ اور حکومت سے تربیت یافتہ افراد ہی لائسنس حاصل کرنے کے اہل ہونگے۔ لائسنس تین سالہ مدت کے لیے جاری کیا جائیگا اور قابل تجدید ہوگا۔ اس کے علاوہ حکومت کے پاس ناگزیر حالات میں ہر قسم کی کھاد کی انتہائی قیمت متعین کرنے کا بھی اختیار ہوگا۔ مقرر کردہ قیمت کھاد کی تمام مصنوعات پر نمایاں کی جائے گی۔ قانون کے تحت مختلف اقسام کی کھاد کی ملاوٹ،

کم وزن تھیلوں کی فروخت اور قیمت میں تبدیلی جرم تصور کی جائیگی۔ (ڈان، 19 دسمبر، صفحہ 2)

زرتلافی

3 ستمبر: خبر کے مطابق ایف بی آر دو مہینے گزر جانے کے باوجود درآمدی ڈی اے پی کھاد پر دی جانے والی زرتلافی کی تقسیم کا طریقہ کار وضع کرنے میں ناکام ہے۔ چونکہ یوریا مقامی طور پر تیار کی جاتی ہے اس لیے اس پر زرتلافی کی ادائیگی میں کوئی مسائل نہیں۔ اس کے برعکس ڈی اے پی جو درآمد کی جاتی ہے، پر زرتلافی کی تقسیم میں پیچیدگیاں حائل ہیں۔ پاکستان میں اس وقت 22 کمپنیاں ڈی اے پی درآمد کررہی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 ستمبر، صفحہ 11)

زرعی قرضے

25 ستمبر: پنجاب حکومت نے کسانوں میں 80 بلین روپے کے بلاسود قرضے اور اسمارٹ فون فراہم کرنے کی غرض سے اندراج کا عمل شروع کردیا ہے۔ اس سلسلے میں 450,000 چھوٹے کسانوں کو بلاسود قرضہ اور اسمارٹ فون فراہم کیے جائیں گے۔ منصوبے کے تحت ربیع کی فصلوں کے لیے فی ایکڑ 25,000 روپے فراہم کیے جائیں گے تاہم خریف کے موسم تک دیے جانے والی قرض کی رقم بڑھا کر 40,000 روپے کردی جائے گی۔ پہلی بار یہ سہولت مستاجری (ٹھیکے) پر زمین لینے والوں کو بھی دی جا رہی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 26 ستمبر، صفحہ 2)

8 اکتوبر: پنجاب کسان پیکج کے تحت ربی اور خریف کی فصلوں کے لیے چھوٹے کسانوں کی بلاسود قرض کی کافی درخواستیں زمین کے مالکانہ حقوق نہ ہونے اور تحصیل کی سطح پر زمین کا کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ نہ ہونے کی بنا پر مسترد کردی گئیں ہیں۔ ذرائع کے مطابق درخواستوں کی منظوری جانچ پڑتال اور قانونی تقاضوں سے مشروط ہے۔ کسانوں کا کہنا ہے کہ دور دراز علاقوں میں زمین کے اندراج کی سہولیات نہ ہونا اور کمپیوٹرائزڈ طریقہ اندراج کا فقدان نامکمل دستاویزات کا اہم سبب ہے جس کی وجہ سے درخواستیں مسترد کردی جاتی ہیں۔ (ڈان، 9 اکتوبر، صفحہ 2)

زرعی بیمہ

4 ستمبر: جنوبی پنجاب کی تاجر برادری نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ کسانوں کو مالی نقصانات سے بچانے کے لیے فوری طور پر فصلوں کی لازمی بیمہ اسکیم متعارف کروائے۔ ایوان صنعت و تجارت ملتان (MCCI) کے صدر فرید مغیث شیخ نے کہا ہے کہ زرعی بیمہ نظام زرعی شعبے کو مستحکم کرے گا اور پاکستان میں غذائی عدم تحفظ پر قابو پایا جاسکے گا۔ کسان بیمہ کرانے کے بعد سیلاب، خشک سالی، فصلوں کی بیماریوں، قدرتی اور موسمی آفات سے ہونے والے نقصانات سے خود کو محفوظ کرسکتے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 5 ستمبر، صفحہ 17)

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء

غذائی فصلیں

- گندم

25 اکتوبر: وفاقی کمیٹی برائے زراعت (FCA) نے اپنے ایک اجلاس میں سال 2016-17 ربیع کے لیے گندم کی پیداوار کا ہدف 26.01 ملین ٹن مقرر کیا ہے۔ سال 2015-16 میں گندم کی پیداوار کا حتمی اندازہ 25.4 ملین ٹن لگایا گیا تھا جبکہ مقررہ ہدف 25.8 ملین ٹن تھا۔ کمیٹی کے اجلاس میں گندم کی امدادی قیمت مقرر کرنے کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی گئی۔ قیمت کے حوالے سے وفاقی وزیر برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن کا کہنا تھا کہ وزارت امدادی قیمت میں اضافے پر غور نہیں کررہی۔ (ڈان، 26 اکتوبر، صفحہ 10)

14 نومبر: ایک مضمون کے مطابق سندھ میں گندم کی بوائی کا عمل شروع ہوگیا ہے اور صوبائی محکمہ زراعت نے اس سال بھی گندم کی بوائی کا، گزشتہ سال کا ہدف 1,150,000 ہیکٹر برقرار رکھنے کی سفارش کی ہے۔ گندم فی من امدادی قیمت (1,300 روپے فی من) میں بھی کسی تبدیلی کا امکان نہیں ہے۔ محکمہ خوراک سندھ کے پاس اندازاً 1.26 ملین ٹن گندم کا ذخیرہ موجود ہے۔ 2015-16 میں صوبے میں گندم کی پیداوار 4.2 ملین ٹن ہدف کے مقابلے 3.8 ملین ٹن ہوئی تھی۔ (محمد حسین خان، ڈان، 14 نومبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

21 نومبر: ایک مضمون کے مطابق پنجاب میں گندم کی بوائی مقررہ اوقات کار کے مطابق نہیں ہے۔ 16.8 ملین ایکڑ بوائی کے ہدف کا اب تک صرف 25 فیصد مکمل ہوسکا ہے۔ بارانی علاقوں میں بارشوں میں کمی کی وجہ سے کاشتکاروں کو مشکلات کا سامنا ہے۔ (احمد فراز خان، ڈان، 21 نومبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- دالیں

12 نومبر: محکمہ زراعت پنجاب کے مطابق ملک بھر میں خصوصاً جنوبی پنجاب میں جاری طویل خشک سالی کی لہر دالوں کا 620,000 ٹن پیداواری ہدف متاثر کرسکتی ہے۔ ملک میں مجموعی طور پر دالوں کی بوائی کا ہدف 2.6 ملین ایکڑ مقرر کیا گیا ہے جس میں پنجاب کا حصہ 2.1 ملین ایکڑ ہے۔ کاشتکاروں نے اب تک 1.8 سے 1.9 ملین ایکڑ پر بوائی مکمل کرلی ہے۔ محکمے کو یقین ہے کہ پنجاب میں بوائی کا ہدف حاصل کرلیا جائے گا لیکن کچھ خدشات بھی ہیں کیونکہ اکتوبر میں بارش نہیں ہوئی اور پیشنگوئی کے مطابق اگلے دو ماہ بھی بارش کا امکان نہیں ہے۔ (زاہد بیگ، بزنس ریکارڈر، 12 نومبر، صفحہ 9)

پھل سبزی

- کیلا

12 ستمبر: سندھ میں غیر معمولی درجہ حرارت اور پانی کی کمی کے نتیجے میں کیلے کی فصل کا معیار اور اس کی قیمت متاثر ہوئی ہے۔ پانی کی کمی کی وجہ روہڑی کنال کا متاثر ہونا ہے جس سے صوبے کے زیادہ تر کیلے کے باغات پانی حاصل کرتے ہیں۔ کاشتکاروں کا کہنا ہے کہ جون میں درجہ حرارت میں غیر معمولی اضافے اور پانی کی کمی نے مئی اور جون کے مہینوں میں بڑھنے والے کیلوں کی لمبائی اور موٹائی کو متاثر کیا ہے۔ کاشتکاروں کو توقع ہے کہ اکتوبر تا نومبر کی کٹائی میں ان کے نقصان کا ازالہ ہو جائے گا کیونکہ جولائی میں ہونے والی بارش سے کیلے کی فصل پر مثبت اثرات پڑے ہیں۔ محکمہ زراعت سندھ کے مطابق سندھ میں سال 2015 میں 10.5 فیصد اضافے سے 112,386 ٹن کیلے کی پیداوار ہوئی جو سال 2014 میں 101,725 ٹن تھی۔ (محمد حسین خان، ڈان، 12 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

• پیاز

3 اکتوبر: ایک مضمون کے مطابق سندھ میں پیاز کی شاندار فصل ہوئی ہے لیکن کاشتکار منڈی میں پیاز کی وافر فراہمی کی وجہ سے قیمتوں میں کمی سے خوفزدہ ہیں۔ پیاز کی اضافی پیداوار ایک سنگین مسئلہ ہے جو فصل کو ذخیرہ کرنے اور خشک کرنے کا مناسب انتظام نہ ہونے کی وجہ سے مزید گھمبیر ہوجاتا ہے۔ پیاز کے کاشتکار پنجاب کی جانب سے بھارتی پیاز درآمد کیے جانے کی وجہ سے متاثر ہوتے ہیں۔ پنجاب کے تاجروں کے لیے بھارت سے واہگہ سرحد کے ذریعے پیاز درآمد کرنا آسان اور سندھ کے مقابلے سستا بھی ہے۔ ملک میں پیاز کی 40 فیصد پیداوار سندھ میں اور 35 فیصد بلوچستان میں ہوتی ہے۔ صوبائی شعبہ زراعت کے اعداد وشمار کے مطابق سندھ میں 2014-15 میں 49,934 ہیکٹر پر 666,764 میٹرک ٹن پیاز کاشت کی گئی تھی۔ (محمد حسین خان، ڈان، 3 اکتوبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

نقد آور فصلیں

• کپاس

5 ستمبر: کپاس کی قیمت میں عالمی رجحانات اور کچھ ملکی محرکات کی وجہ سے مسلسل دوسرے ہفتے کمی کا سلسلہ جاری ہے۔ منڈی ذرائع کے مطابق اس ہفتے کے دوران کپاس کی قیمت میں 800 روپے فی من کمی ہوئی ہے۔ (ڈان، 6 ستمبر، صفحہ 11)

19 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق کپڑے کی صنعت نے کپاس کی پیداوار میں ہونے والی کمی کی ذمہ داری کپاس کے تحقیقاتی اداروں پر عائد کی ہے جو موثر کپاس کا بیج تیار کرنے اور پیداوار میں اضافہ کرنے میں ناکام رہے ہیں جس کی وجہ سے کپاس کا زیر کاشت رقبہ کم ہوگیا ہے۔ آل پاکستان ٹیکسٹائل ملز ایسوسی ایشن (APTMA) کا کہنا ہے کہ پنجاب میں کپاس کی بوائی کے رقبے میں 16 فیصد کمی کی وجہ سے اس سال پاکستان کو 1.3 بلین ڈالر مالیت کی کپاس درآمد کرنی پڑے گی۔ (اشفاق بخاری، ڈان، 19 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

22 ستمبر: ایک تجزیے کے مطابق کپاس کی عالمی منڈی میں قیمتوں میں اضافے کے رجحان کی وجہ سے مقامی منڈی میں بھی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ سندھ میں کپاس پھٹی کی قیمت 150 سے 200 روپے فی من اضافہ کے بعد 2,800 سے 3,500 روپے فی من ہوگئی ہے جبکہ کپاس کی فی من قیمت بھی 200 سے 250 روپے اضافے کے ساتھ 6,100 سے 6,350 روپے فی من ہوگئی ہے۔ اسی طرح پنجاب میں کپاس کی فی من قیمت 2,900 سے 3,250 روپے ہے جبکہ کپاس کی قیمت 6,450 سے 6,500 روپے فی من ہوگئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 23 ستمبر، صفحہ 18)

26 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق ملک میں رواں کپاس کے موسم (17-2016) میں پیداوار میں چار ملین گانٹھوں کی کمی کا خدشہ ہے۔ ذرائع کے مطابق کپاس کی اچھی فصل کے امکانات نہیں ہیں جبکہ کاٹن کروپ اسسمنٹ کمیٹی (CCAC) نے پہلے ہی کپاس کی پیداوار کا تخمینہ 20 فیصد کم کرکے 11.27 ملین گانٹھیں کردیا ہے جو ابتدائی طور پر 14.1 ملین گانٹھیں تھا۔ (طاہر امین، بزنس ریکارڈر، 26 ستمبر، صفحہ 1)

2 اکتوبر: جنوبی پنجاب میں کپاس کے کاشتکار کارخانوں اور تاجروں کی جانب سے کپاس کی کم قیمت دینے کی وجہ سے مایوسی کا شکار ہیں۔ کسانوں کو کپاس کی 3,000 سے 3,100 روپے فی من پیشکش کی جارہی ہے۔ کسانوں کا کہنا ہے کہ وہ کس طرح اپنی پیداوار اس قیمت پر فروخت کرسکتے ہیں جبکہ انہوں نے فی بوری 2,000 روپے کھاد اور 3,700 روپے میں ڈی اے پی خرید کر استعمال کی ہے۔ تحصیل کوٹ ادو کے کسانوں کی بڑی تعداد کا کہنا ہے کہ اگر انہیں کپاس کی مناسب قیمت نہ دی گئی تو وہ اپنی پیداوار سڑکوں پر جلادیں گے۔ (ڈان، 3 اکتوبر، صفحہ 10)

4 اکتوبر: کاٹن کمشنر ڈاکٹر خالد عبداللہ نے سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق کو کپاس کی پیداوار کے حوالے سے جائزہ پیش کرتے ہوئے بتایا ہے کہ پاکستان میں کپاس کے زیر کاشت رقبے میں گزشتہ دس سالوں میں واضح کمی آئی ہے، خصوصاً جنوبی پنجاب میں جہاں شوگر ملوں کی تعداد میں اضافہ اور مکئی کی

کاشت میں اضافہ اس کمی کی وجوہات ہیں۔ گزشتہ دس سالوں میں وہاڑی میں کپاس کا زیر کاشت رقبہ 55 فیصد کم ہوا ہے۔ اسی طرح رحیم یار خان میں 44 فیصد، مظفرگڑھ میں 26 فیصد، ملتان میں 27 فیصد اور راجن پور میں 9 فیصد کم ہوا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 5 اکتوبر، صفحہ 5)

4 نومبر: انٹرنیشنل کاٹن ایڈوائزری کمیٹی (ICAC) نے پاکستان میں کپاس کی پیداوار میں کمی کی تین وجوہات بیان کی ہیں جس میں پانی کی کمی، توانائی کا بحران اور نئے یا جدید طور طریقوں سے ناواقفیت شامل ہے۔ کمیٹی نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ ایسی جدید ٹیکنالوجی اور اقسام متعارف کروائے جو کم پانی استعمال کرتی ہوں۔
(ڈان، 5 نومبر، صفحہ 10)

- گنا

26 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق گنے کی فصل کٹائی کے لیے تیار ہے لیکن حکومت سندھ کی جانب سے اب تک امدادی قیمت مقرر نہیں کی گئی۔ سندھ کے گنا کمشنر اس سلسلے میں پہلے ہی صوبائی وزیر زراعت کو بورڈ (شوگر کین بورڈ) کا اجلاس بلا کر قیمت طے کرنے کے لیے خط لکھ چکے ہے۔ اس سال کسان گنے کی قیمت 250 سے 300 روپے فی من کا مطالبہ کررہے ہیں۔ محکمہ زراعت سندھ کے مطابق رواں سال گنے کی پیداوار میں گزشتہ سال کے مقابلے 1.68 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 26 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

27 ستمبر: سیکرٹری محکمہ زراعت سندھ سعید احمد منگنیجو کی صدارت میں شوگر ملز مالکان اور گنے کے کاشت کاروں کے درمیان کوالٹی پریمیم کے پرانے مسئلے پر ہونے والا اجلاس بغیر کسی فیصلے کے ختم ہوگیا۔ کوالٹی پریمیم کسانوں کو (منافع میں سے) دی جانے والی مراعات کی ایک قسم ہے جو کسانوں کو اس وقت دی جاتی ہے جب گنے سے چینی کی تیاری کا تناسب سندھ میں 8.7 فیصد اور پنجاب میں 8.5 فیصد ہو۔ شوگر ملیں تقریباً ہر سال گنے سے چینی اسی تناسب سے حاصل کرتی رہی ہیں لیکن سندھ کی شوگر ملیں گزشتہ 15 سالوں سے کسانوں کو کوالٹی پریمیم ادا نہیں کررہی ہیں۔ سندھ آبادگار بورڈ (SAB) صدر عبدالمجید نظامانی کے مطابق یہ معاملہ 1990 سے

قانونی چارہ جوئی کی وجہ سے التوا کا شکار ہے جب مل مالکان نے وفاقی حکومت کی جانب سے کوالٹی پریمیم کی شرح فی من 0.32 پیسے سے بڑھا کر 0.50 پیسے کیے جانے کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی۔ کسانوں اور شوگر ملوں کا یہ اجلاس سپریم کورٹ کی اس ہدایت پر منعقد کیا گیا کہ مل مالکان اور کسان اس تنازعے پر عدالت سے باہر کوئی تصفیہ کریں۔ (ڈان، 28 ستمبر، صفحہ 19)

7 اکتوبر: سندھ حکومت نے، کسانوں اور شوگر مل مالکان کے درمیان اس بات پر اتفاق ہوجانے کے بعد کہ کوئی فریق گنے کی قیمت کے حوالے سے قانونی چارہ جوئی نہیں کرے گا، سال 2016-17 کے لیے گنے کی امدادی قیمت 182 روپے فی من مقرر کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ محکمہ زراعت سندھ کے مطابق گنے کا زیرکاشت رقبے میں 1.68 فیصد اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔ گزشتہ سال 312,815 ہیکٹر زمین کے مقابلے اس سال 318,060 ہیکٹر زمین پر گنا کاشت کیا گیا جبکہ دونوں سال ہدف 320,000 ہیکٹر مقرر کیا گیا تھا۔ (ڈان، 8 اکتوبر، صفحہ 19)

13 اکتوبر: سندھ آبادگار اتحاد (SAI) نے وفاقی حکومت کی جانب سے گنے کی قیمت کو ڈی ریگولیٹ کرنے کے منصوبے کی سخت مخالفت کی ہے۔ SAI (ایس اے آئی) نے سندھ حکومت کی جانب سے سال 2016-17 کے لیے اعلان کردہ گنے کی 182 روپے فی من امدادی قیمت کو بھی مسترد کردیا ہے۔ ایس اے آئی کے رہنما نواب زبیر تالپور کا کہنا ہے کہ اگر گنے کی قیمت ڈی ریگولیٹ ہوئی تو شوگر ملوں کی اجارہ داری قائم ہو جائے گی اور صورتحال مزید خراب ہو جائے گی، خصوصاً سندھ میں جہاں 17 شوگر ملیں ایک ہی گروپ کی ملکیت ہیں۔ آبادگاروں نے مطالبہ کیا کہ گنے کی امدادی قیمت 225 روپے فی من مقرر کی جائے۔ (ڈان، 14 اکتوبر، صفحہ 19)

2 نومبر: محکمہ زراعت سندھ نے سال 2016-17 کے لیے گنے کی امدادی قیمت 182 روپے فی من مقرر کرنے کا نوٹیفیکیشن جاری کردیا ہے۔ (ڈان، 3 نومبر، صفحہ 19)

7 نومبر: ایک خبر کے مطابق تین شوگر ملوں نے گنے کی قیمت مقرر ہونے کے بعد کرشنگ کا آغاز کردیا ہے۔ کاشتکاروں کو فی من 188 روپے ادا کیے گئے ہیں جس میں گنے کی بار برداری اخراجات 8 سے 9 روپے فی من بھی شامل ہیں۔ جنرل سیکرٹری SCA (ایس سی اے) نبی بخش سہتو کا کہنا ہے کہ معاہدے کے مطابق ملوں نے 15 نومبر سے گنے کی کرشنگ کا آغاز کرنا تھا تاہم 11 دن پہلے ہی کرشنگ شروع کردینا خوش آئند ہے۔ (ڈان، 8 نومبر، صفحہ 19)

- چاول

5 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق زیریں سندھ میں چاول کی فصل کٹائی کے لیے تیار ہے، تاہم ان علاقوں میں جہاں چاول کی کاشت پر پابندی عائد ہے، کٹائی شروع ہوچکی ہے۔ سانگھڑ سے چاول بالائی سندھ میں واقع کارخانوں میں پہنچنا شروع ہوگیا ہے۔ سندھ کے بالائی علاقوں میں چاول کی کٹائی میں ابھی کم ازکم پندرہ دن باقی ہیں۔ سندھ بھر میں چاول کی فصل صحتمند ہے، زیریں سندھ میں کیڑوں کے حملے کے اثرات بھی بارش کی وجہ سے زائل ہوگئے ہیں۔ اس سال محکمہ زراعت سندھ کی جانب سے چاول کی بوائی کا ہدف 750,000 ہیکٹر تھا جو حاصل کرلیا گیا۔ (محمد حسین خان، ڈان، 5 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- سورج مکھی

31 اکتوبر: ایک مضمون کے مطابق محکمہ زراعت سندھ کے اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ سورج مکھی کا زیرکاشت رقبہ جو 2010-11 میں 266,964 ہیکٹر تھا 2014-15 میں کم ہوکر 65,883 ہیکٹر ہوگیا ہے۔ سورج مکھی کی کاشت میں واضح کمی دیکھی گئی ہے حالانکہ زیریں سندھ کی زمین اور آب و ہوا خصوصاً ساحلی علاقے سورج مکھی کی کاشت کے لیے انتہائی موزوں ہیں۔ 2010 کے سیلاب سے پہلے بھی سورج مکھی کی کاشت میں اضافے کا رجحان تھا جو 2005-6 تا 2009-10 میں بھی 220,963 ہیکٹر سے 248,979 ہیکٹر کے درمیان تھا۔ 2010 میں سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں کسانوں کی مدد کے لیے سورج مکھی کے بیج اور دیگر مداخل کسانوں کو مفت فراہم کیے گئے تھے۔ تاہم گزرتے سالوں میں فی ایکڑ پیداوار میں کمی اور منڈی میں انتہائی کم

قیمت (1,200 سے 1,800 روپے) کی وجہ سے کاشت میں کمی ہوتی گئی جس کی وجہ غیر معیاری بیج بھی ہے۔
(محمد حسین خان، ڈان، 31 اکتوبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- تمباکو

18 ستمبر: سینٹ میں پیش کردہ بل میں تمباکو کی کاشت، اس کی ہر قسم کی تشہیر اور اسے فروغ دینے کے تمام طریقہ کار پر پابندی کے لیے پیش کیے جانے والے مجوزہ بل نے تمباکو کاشت کرنے والوں کے لیے خطرے کی گھنٹی بجا دی ہے۔ ردعمل میں صوابی میں تمباکو کی کاشت کرنے والوں کے ایک اجلاس میں مجوزہ بل کا جائزہ لیا گیا۔ کاشتکاروں کا موقف ہے کہ تمباکو ان کے روزگار کا واحد ذریعہ ہے اور وہ اس کی کاشت پر پابندی اور اس بل کے خلاف مزاحمت کریں گے۔ کاشتکاروں کے نمائندے اعظم خان کا کہنا ہے کہ تمباکو کی کاشت ملک کے لیے بھی فائدہ مند ہے جس سے حکومت کو اربوں روپے کی آمدنی ہوتی ہے۔ حکومت بجائے اس کے کہ تمباکو کی کاشت پر پابندی لگائے تمباکو کے کاشتکاروں کو زرتلافی ادا کرے۔ (بزنس ریکارڈر، 19 ستمبر، صفحہ 14)

13 اکتوبر: انجمن کاشتکاران کے پی کے نے تمباکو کے استعمال کے خاتمے کے لیے صوبائی اسمبلی میں پیش کیے جانے والے مجوزہ بل کو مسترد کرتے ہوئے تحریک انصاف کی صوبائی حکومت کے خلاف احتجاج کی دھمکی دی ہے۔ انجمن کے صوبائی صدر عبدالحلیم نے پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا ہے کہ صوابی، چارسدہ، مردان، نوشہرہ اور دیگر اضلاع میں کاشت کی جانے والی تمباکو کی نقدآور فصل کے کاروبار سے لاکھوں افراد وابستہ ہیں اور وفاقی حکومت کے پی کے سے تمباکو کی فصل پر 48 بلین روپے کے محصولات وصول کرتی ہے۔ تمباکو مصنوعات پر پابندی اس کی کاشت پر پابندی کے مترادف ہوگا۔ (ڈان، 14 اکتوبر، صفحہ 7)

اشیاء

- شہد

18 ستمبر: اسمال اینڈ میڈیم انٹرپرائزز ڈیولپمنٹ اتھارٹی (SMEDA) کے پی کے کے سربراہ جاوید اقبال

خٹک کا کہنا ہے کہ شہد کی معیار کو بہتر بنانے کے لیے شہد کی پیکنگ اور پروسیسنگ کے لیے 38.17 ملین روپے کی لاگت سے مینگورہ سوات میں نئے مراکز تعمیر کیے جائیں گے۔ ان مراکز میں شہد کو عالمی منڈی کے معیار کے مطابق تیار کیا جائے گا۔ کے پی کے شہد پیدا کرنے کے حوالے سے خود کفیل صوبہ ہے۔ اب اس کو برآمد کر کے کثیر زرمبادلہ کمایا جاسکتا ہے۔ صوبے میں کئی اقسام کے شہد تیار کیے جاتے ہیں اور تقریباً شہد تیار کرنے کے 3,800 کے قریب مراکز ہیں جن میں تقریباً 17,500 افراد کام کرتے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 19 ستمبر، صفحہ 5)

26 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق پاکستان میں شہد کی پیداوار ایک منافع بخش کاروبار ہے۔ یہاں کا کسان ایک یورپی کسان کے مقابلے تین گنا شہد حاصل کرتا ہے۔ شہد پیدا کرنے والوں کی اکثریت شمالی علاقہ جات، فاٹا اور آزاد کشمیر کے دیہی علاقوں سے تعلق رکھتی ہے جہاں شرح خواندگی کم ہے اور اکثر علاقے جنگی تباہ کاریوں سے دو چار ہیں۔ گزشتہ کچھ سالوں میں شہد برآمد کے لیے ایک اہم ترین زرعی پیداوار بن چکا ہے۔ شہد کی پیداوار کرنے والے تین اضلاع بنوں، کرک اور کوہاٹ میں بیری کے پھولوں کے موسم (جولائی تا اکتوبر) کے دوران کیے گئے تجزیے (سروے) میں امریکن فاؤل بروڈ (AFB) کی بیماری پائی گئی ہے جو شہد کے چھتوں میں ہونے والی انتہائی متاثر کن بیماری ہے۔ یہ بیماری بہت تیزی سے پیداواری عمل میں استعمال ہونے والے اوزاروں اور ہاتھوں کے ذریعے پھیلتی ہے۔ شہد میں پائے جانے والے یہ جراثیم انسانی صحت کے لیے خطرہ ہیں۔ ملک میں شہد پیدا کرنے والے کسانوں کو مناسب طریقے اپنانے کے لیے آگاہی فراہم کی جائے تو شہد کی پیداوار میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ (ڈاکٹر سید اشتیاق انجم، ڈان، 26 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

مال مویشی

3 ستمبر: مویشیوں میں کانگو بخار (CCHF) اور ڈینگی بخار پر ہونے والے ایک سیمینار میں ماہرین نے کہا ہے کہ اگر قربانی کے جانوروں میں یہ بیماری پائی جائے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ جانوروں میں پائے جانے والے خون چوسنے والے کیڑے (ticks) عام کیڑے مار دوا سے باآسانی مرجاتے ہیں۔ بقرعید پر 70

فیصد جانور پنجاب جبکہ باقی جانور سندھ اور دیگر صوبوں سے کراچی لائے جاتے ہیں۔ مویشیوں میں کانگو کی بیماری کی وجہ سے مویشیوں کی آمد میں واضح کمی آئی ہے۔ (ڈان، 4 ستمبر، صفحہ 18)

11 اکتوبر: کے پی کے کے محکمہ مال مویشی کی جانب سے جاری کردہ محکمے کی تین سالہ کارکردگی رپورٹ کے مطابق حکومت نے صوبے بھر میں 350 ملین روپے کی لاگت سے 53 جدید جانوروں کے ہسپتال قائم کیے ہیں۔ اس کے علاوہ جانوروں کے لیے نئی ڈسپینسریاں بھی قائم کی ہیں۔ مال مویشی محکمے نے 10 ملین روپے کی لاگت پر مبنی انگورا خرگوش کی افزائش نسل کے لیے ماڈل فارم بھی قائم کیا ہے۔ انگورا خرگوش سے حاصل کردہ ریشمی اور نرم اون صوبے کو معاشی مسائل کے حل میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔ 120 ملین روپے ڈیری شعبے میں جدید ٹیکنالوجی کے فروغ اور بیل کی خالص اقسام کی افزائش نسل پر خرچ کیے گئے ہیں۔ دور دراز کے علاقوں میں رہنے والے 30,702 کسانوں کو مویشی پالنے کے موثر انتظام اور افزئش نسل کرنے کی تربیت فراہم کی گئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق تین سال میں گائیوں کو 927,067 افزائش نسل کے ٹیکے (سمن) لگائے گئے۔ محکمے نے لوئر دیر میں 247,605 ملین روپے کی مالیت کا مال مویشی تحقیقی ادارہ بھی قائم کیا ہے۔ اس کے علاوہ پشاور میں ڈرگ ریسیڈیو ڈٹرمینیشن فسیلٹی (Drug Residue Determination Facility) بھی قائم کی گئی ہے جس پر 60 ملین روپے کی لاگت آئی ہے۔ اس فسیلٹی کے ذریعے دودھ، گوشت، انڈے میں غیر معیاری، مضر اجزا اور ادویات کی نشاندہی ہوسکے گی اور اسے عالمی تجارتی ادارے کے جاری کردہ معیار کے عین مطابق کیا جاسکے گا۔ ان کے ذریعے بیماریوں اور غیر معیاری خوارک سے ہونے والے سانحات سے بھی محفوظ رہا جاسکے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 12 اکتوبر، صفحہ 5)

26 اکتوبر: عالمی بینک کے چار رکنی وفد نے خالد بن انجم کی قیادت میں سندھ میں جاری زرعی ترقیاتی منصوبے سندھ ایگریکلچرل گروتھ پروجیکٹ (SAGP) کے حوالے سے وزیر مال مویشی و ماہی گیری سندھ محمد علی ملکانی اور سیکرٹری محکمہ مال مویشی غلام حسین میمن سے ملاقات میں مشترکہ سرمایہ کاری کے ذریعے مال مویشی شعبے میں اصلاحات اور چھوٹے اور درمیانے درجے کے کسانوں کو مشینری، اوزار اور مویشیوں کے لیے سائبان

(شیڈ) فراہم کرنے کے حوالے سے بات چیت کی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 27 اکتوبر، صفحہ 10)

19 دسمبر: ایک مضمون کے مطابق ملک میں فصلوں پر تو بھاری زرتلافی دی جارہی ہے لیکن مال مویشی شعبہ جس کا مجموعی زرعی پیداوار میں حصہ 55 فیصد ہے نظرانداز کیا جارہا ہے۔ شعبے کی ترقی کے لیے صوبائی حکومتوں اور عالمی اداروں کی جانب سے جاری کیے گئے منصوبے ادھورے چھوڑ دیے گئے جن سے مال مویشی شعبے پر اب تک کوئی واضح مثبت اثرات مرتب نہیں ہوئے۔ دیہی سندھ میں غریب خاندان مویشی پال کر دودھ بیچ کر گزارہ کرتے ہیں لیکن یہ لوگ جدید انتظامی امور اور مویشیوں کو لگائے جانے والے ٹیکوں کے بارے میں نہ ہی معلومات رکھتے ہیں اور نہ ہی انہوں نے کوئی تربیت حاصل کی ہے۔ یہ لوگ مقامی روایتی علم پر انحصار کرتے ہیں اور ان کی رسائی جانوروں کے ڈاکٹر تک نہیں ہے۔ پاکستان ویٹری میڈیکل ایسوسی ایشن، سندھ کے صدر ڈاکٹر مبارک جتوئی کے مطابق اس وقت صوبے میں صرف 540 جانوروں کے ڈاکٹر ہیں جن میں سے 155 عارضی ملازمت (کانٹریکٹ) پر ہیں جو سندھ بھر کے لیے ناکافی ہیں۔ (محمد حسین خان، ڈان، 19 دسمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

20 دسمبر: پنجاب حکومت ضلع راولپنڈی میں 400 بیوہ عورتوں میں مفت گائیں اور بھینسیں تقسیم کرے گی۔ محکمہ زراعت کے ضلعی افسر ارشد لطیف کے مطابق محکمے نے بیورہ عورتوں کی فہرست اور اہلیت کو حتمی شکل دے دی ہے۔ گائے یا بھینس اس عورت کو دی جائے گی جس کا بچہ اسکول جاتا ہو اور اس عورت کے پاس آمدنی کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو۔ (ڈان، 21 دسمبر، صفحہ 7)

ماہی گیری

21 ستمبر: وزیر اعلی سندھ سید مراد علی شاہ نے وفاقی وزیر برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن سے ملاقات میں گہرے سمندر میں ماہی گیری کی اجازت دینے کی وفاقی پالیسی کو مقامی ماہی گیروں کے خلاف قرار دیا ہے۔ وزیر اعلی کا کہنا تھا کہ خوراک و زراعت کی عالمی تنظیم (FAO) کے مطابق سمندری خوراک کے

پاکستانی وسائل ضرورت سے زائد استعمال کی وجہ سے تیزی سے ختم ہورہے ہیں۔ مچھلیوں کی تعداد خطرناک حد تک کم ہوگئی ہے، ایسی صورتحال میں وفاقی حکومت کیوں مچھلیوں کے شکار کے اجازت نامے (لائسنس) جاری کررہی ہے؟ اس حوالے سے صوبائی وزیر مال مویشی و ماہی گیری محمد علی ملکانی نے کہا کہ 18 ویں ترمیم کے ذریعے زراعت و ماہی گیری کا وفاقی محکمہ ختم ہوچکا ہے لیکن وفاقی حکومت وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے ذریعے اسے بحال کرنا چاہتی ہے۔ (ڈان، 21 ستمبر، صفحہ 17)

18 اکتوبر: ایرانی سمندری محافظوں کی جانب سے مکران کے قریب سمندر سے 100 سے زائد ماہی گیروں کی گرفتاری کے بعد جیوانی سے تعلق رکھنے والے ماہی گیروں نے سمندر میں مچھلی کا شکار روک دیا ہے۔ ماہی گیروں کے مطابق 20 کشتیوں پر سوار ماہی گیر پاکستان کی سمندری حدود میں ہی موجود تھے جب ایرانی سمندری محافظوں نے انہیں گرفتار کرلیا۔ ماہی گیروں کی تنظیم کے مقامی نمائندے نذیر بلوچ نے کہا ہے کہ ایرانی محافظوں نے اس سے پہلے بھی جولائی میں مکران کے ساحل کے پاس 20 ماہی گیروں کو گرفتار کرلیا تھا۔ بعدازاں ماہی گیر تو رہا کردیے گئے تھے لیکن ان کی کشتیاں واپس نہیں کی گئیں۔ تفتان سرحد پر لیویز فورس کے حوالے کیے جانے کے بعد ہر ماہی گیر سے رہائی کے لیے 25,000 روپے طلب کیے گئے تھے۔ (ڈان، 19 اکتوبر، صفحہ 16)

19 اکتوبر: ایرانی حکام نے تین دن پہلے حراست میں لیے گئے 100 پاکستانی ماہی گیروں کو رہا کردیا ہے۔ ماہی گیروں کو تفتان سرحد پر لیویز فورس کے حوالے کیا گیا تاہم ماہی گیروں کی 20 کشتیاں اور آلہ جات اب تک ایرانی حکام کے قبضے میں ہیں۔ (ڈان، 20 اکتوبر، صفحہ 16)

27 اکتوبر: خوراک کے عالمی دن کے موقع پر ایک غیر سرکاری تنظیم کی جانب سے کراچی میں ریگل چوک سے پریس کلب تک ریلی نکالی گئی جس میں ماہی گیروں اور اس شعبے سے وابستہ مزدوروں نے شرکت کی۔ ریلی سے خطاب میں شرکاء نے کہا کہ ایک طرف موسمی تبدیلیوں کی وجہ سے ماہی گیر شدید متاثر ہورہے ہیں اور دوسری طرف دریاؤں، جھیلوں اور سمندر میں صنعتی فضلہ پھینکے جانے کی وجہ سے سمندری خوراک ناپید ہوتی

جارہی ہے۔ (ڈان، 28 اکتوبر، صفحہ 17)

20 نومبر: پاکستان میری ٹائم سیکیورٹی ایجنسی (PMSA) نے 43 بھارتی ماہی گیروں کو پاکستانی سمندری حدود کی خلاف ورزی کرنے پر حراست میں لے لیا۔ ماہی گیروں کو مقامی پولیس ک حوالے کردیا گیا جن کے خلاف مقدمہ درج کرلیا گیا ہے۔ (ڈان، 21 نومبر، صفحہ 16)

22 نومبر: ایرانی سمندری محافظوں نے ضلع گوادر کے علاقے جیوانی کے قریب سمندر سے 12 پاکستانی ماہی گیروں کو ان کی پانچ کشتیوں سمیت حراست میں لے لیا ہے۔ ڈپٹی کمشنر گوادر طفیل بلوچ کے مطابق ماہی گیروں کو ایرانی سمندری حدود میں داخل ہونے پر حراست میں لیا گیا جبکہ محکمہ ماہی گیری کے ذرائع نے دعوی کیا ہے کہ ماہی گیر پاکستانی حدود میں ہی شکار کررہے تھے۔ (ڈان، 23 نومبر، صفحہ 16)

25 دسمبر: پاکستان نے ایک سال قبل پاکستانی سمندری حدود کی خلاف ورزی پر گرفتار کیے گئے 220 بھارتی ماہی گیروں کو خیر سگالی کے طور پر رہا کردیا ہے۔ رہا کیے جانے والے بھارتی ماہی گیروں کا کہنا تھا کہ وہ اپنی کشتیوں میں سو رہے تھے جب انہیں گرفتار کیا گیا۔ ماہی گیروں کو پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ کب پاکستانی حدود میں داخل ہوگئے۔ رہا کیے جانے والے تمام ماہی گیروں کو واہگہ سرحد پر بھارت کے حوالے کیا جائے گا۔ (ڈان، 26 دسمبر، صفحہ 14)

مرغبانی

8 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق پنجاب حکومت اسکول کی لڑکیوں کو چار مرغیاں، ایک مرغا اور پنجرا دے کر ان کی باورچی خانے کی مہارت اور غذائیت میں اضافہ کرنا چاہتی ہے، اب اس منصوبے پر عوام خوشی منائے یا خفا ہو؟ ایسے دور میں جہاں مختلف ممالک میں عورتوں کی افرادی قوت سائنس اور ٹیکنالوجی پر کام کررہی ہے پاکستان اپنی اسکول میں پڑھنے والی لڑکیوں کو پڑھانا چاہتا ہے کہ چکن کڑاھی کس طرح بنتی ہے جو سراسر مضحکہ

خیز ہے۔ (سحر طارق، ڈان، 8 ستمبر، صفحہ 9)

23 ستمبر: پنجاب میں مال مویشی شعبے کی ترقی کا ادارہ لائیو اسٹاک اینڈ ڈیری ڈیولپمنٹ ڈپارٹمنٹ (L&DDD) نے گھریلو سطح پر مرغبانی کو فروغ دے کر عوام میں لحمیات (پروٹین) کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک منصوبے کا اجراء کیا ہے۔ منصوبے کے تحت 672,000 مرغیاں عوام میں تقسیم کی جائیں گی۔ محکمے کا کہنا ہے کہ جو لوگ گھروں اور دیہات میں مرغیاں پالنے میں دلچسپی رکھتے ہیں ان کا اندراج کیا جائے گا اور انہیں چار مرغیاں اور ایک مرغا دیا جائے گا۔ ان مرغیوں کی عمر 80 سے 90 دن کی ہوگی اور ایک مہینے میں انڈے دینے کے لیے تیار ہونگی۔ محکمے کے مطابق ان (پانچ) مرغیوں کی قیمت 1,340 روپے ہے جس پر عوام کو 30 فیصد زرتلافی جائے گی۔ اس دوسالہ منصوبے کے لیے 184 ملین روپے مختص کیے گئے ہیں۔ (بزنس ریکاڈ، 24 ستمبر، صفحہ 3)

12 اکتوبر: L&DDD (ایل اینڈ ڈی ڈی ڈی) نے پنجاب میں 45 ملین روپے کی لاگت سے بطخ پالنے کی حوصلہ افزائی کرنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ منصوبے کے تحت آبی وسائل کے قریب رہنے والی دیہی آبادیوں کو مقامی نسل کی ایک نر اور تین مادہ بطخیں مفت دی جائیں گی۔ محکمہ دی جانے والی بطخوں کے بچے خرید کر انہیں مزید افزائش کے لیے مفت تقسیم کرے گا۔ بطخیں جو انسانی اور مویشی فضلے سے اپنی خوراک حاصل کرتی ہیں، ماحولیاتی نظام کو بہت سی خدمات فراہم کرتی ہیں۔ اس منصوبے کے ذریعے انڈے اور گوشت کی پیداوار حاصل ہونے اور اسے فروخت کرنے سے دیہات میں روزگار پیدا کرنے میں بھی مدد ملے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 12 اکتوبر، صفحہ 9)

28 اکتوبر: پاکستان پولٹری ایسوی ایشن (PPA) نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ مشرق وسطی میں خصوصاً سعودی عرب کو پاکستانی پولٹری مصنوعات کی درآمد پر عائد پابندی ختم کرنے کے لیے موثر کردار ادا کرے۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، یمن، کویت کو پاکستانی پولٹری برآمدات پر پابندی کو چھ سال ہو چکے ہیں

حالانکہ پاکستان نے مطلوبہ عالمی معیار بھی حاصل کرلیا ہے اور 2010 سے پاکستان میں برڈ فلو وائرس کے بھی کوئی آثار نہیں ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 28 اکتوبر، صفحہ 10)

4 نومبر: PPA (پی پی اے) نے واضح طور پر کہا ہے کہ مرغبانی کرنے والے وزن میں تیزی سے اضافے کے لیے کوئی ہارمونز یا ادویات (اسٹرائڈز) استعمال نہیں کرتے۔ مرغیوں کے وزن میں فوری اضافے کی وجہ مرغی کا جینیاتی مواد، غذائیت اور مرغبانی کے انتظامی طریقوں میں بہتری اور بیماریوں کا محدود ہونا اور ان کا خاتمہ بھی ایک وجہ ہے۔ پی پی اے کے مطابق پاکستان میں دستیاب مرغی جینیاتی طور پر ویسی ہی ہے جیسی کہ امریکہ، یورپ، بھارت، برازیل، ارجنٹائن، چین اور دنیا کے دیگر ممالک میں دستیاب ہے۔ اس وقت مرغبانی کے شعبے میں دنیا بھر میں صرف تین بڑی جینیاتی کمپنیاں مستقل تحقیق کررہی ہیں اور زیادہ وزن، بیماریوں کے خلاف مزاحمت اور زیادہ غذائیت کی حامل نسل کی افزائش کررہی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 5 نومبر، صفحہ 11)

10 نومبر: مسابقتی کمیشن (CCP) نے پی پی اے پر ملی بھگت سے مرغی کی قیمتیں طے کرنے پر 100 ملین روپے کا جرمانہ عائد کیا تھا جس پر پی پی اے نے CCP (سی سی پی) کے اپیل ٹریبونل میں جرمانے کے خلاف اپیل کی تھی۔ ٹریبونل نے سی سی پی کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے جرمانے کی سزا برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے۔ (ڈان، 11 نومبر، صفحہ 10)

۷۔ تجارت

7 اکتوبر: ایک خبر کے مطابق پاکستان اور بھارت کے درمیان بڑھتی کشیدگی کے باعث دونوں ممالک کے درمیان ہونے والی تجارت پر منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ دونوں ممالک کے درمیان سالانہ ہونے والی 822 ملین ڈالر کی تجارت بھی خطرے میں پڑگئی ہے۔ پاکستان دنیا کا تیسرا بڑا کپاس استعمال کرنے والا ملک ہے جو عموماً ستمبر سے کپاس کی درآمد شروع کرتا ہے۔ کپاس کمشنر خالد عبداللہ کے مطابق چھوٹے پیمانے پر تجارتی سرگرمیاں اب بھی جاری ہیں اور حکومت نے تاجروں کو بھارت سے تجارت روکنے کے لیے کسی قسم کے

احکامات جاری نہیں کیے ہیں۔ (ڈان، 8 اکتوبر، صفحہ 11)

برآمدات

13 اکتوبر: FPCCI (ایف پی سی سی آئی) کے چیئرمین قائمہ کمیٹی برائے باغبانی احمد جاوید نے کہا ہے کہ اگر حکومت مختصر مدت میں برآمدات میں اضافہ کرنا چاہتی ہے تو اسے چاول، حلال گوشت مصنوعات، زیورات اور سیمنٹ کے شعبے پر توجہ دینی چاہیے۔ پاکستانی برآمدات گزشتہ تین سالوں (13-2012 تا 16-2015) میں 15.4 فیصد کم ہوکر 24.58 بلین ڈالر سے 20.8 بلین ڈالر ہوگئی ہیں۔ (بزنس ریکارڈ، 14 اکتوبر، صفحہ 12)

24 اکتوبر: ایک مضمون کے مطابق پاکستان کی برآمدی حجم میں کپڑے کی صنعت کے بعد زراعت اہم ترین شعبہ ہے۔ گزشتہ 15 سالوں میں کپڑے سے متعلق برآمدات 68 فیصد سے کم ہوکر 60 فیصد ہوگئی ہیں جبکہ خوراک کے شعبے میں برآمدات 10 فیصد سے بڑھ کر 19 فیصد ہوگئی ہیں۔ ملکی غذائی برآمدات میں اضافہ کے باوجود زرعی غذائی کی اب بھی بہت کم مقدار ہی برآمد کی جاتی ہے۔ ملک میں گندم کی کل پیداوار میں سے صرف دو فیصد برآمد کی جاتی ہے۔ اسی طرح گوشت بھی دو فیصد، چینی پانچ فیصد، آم چھ فیصد، پیاز 10 فیصد، آلو 18 فیصد، سنگترے 21 فیصد اور کھجور 25 فیصد برآمد کی جاتی ہے۔ صرف چاول وہ واحد فصل ہے جو 60 فیصد برآمد کی جاتی ہے۔ (محمد اشرف، ڈان، 24 اکتوبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- گندم

26 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق ایف پی سی سی آئی کی قائمہ کمیٹی کے چیئرمین احمد جاوید نے کہا ہے کہ ٹریڈ ڈیولپمنٹ اتھارٹی آف پاکستان (TDAP) اور ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان (TCP) بھاری زرتلافی دیئے جانے کے باوجود گندم کی برآمد میں اضافہ نہیں کرسکے۔ اب تک پنجاب حکومت 252,650 ٹن اور سندھ حکومت 164,000 ٹن گندم برآمد کرسکی ہے۔ گندم کی برآمد پر بھاری زرتلافی دینے کے باوجود کسی ملک نے پاکستان سے گندم خریدنے میں دلچسپی ظاہر نہیں کی ہے۔ اگر ہنگامی بنیادوں پر اقدامات نہیں کیے گئے تو گندم کا

اضافی ذخیرہ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس وقت پاکستان میں مجموعی طور پر 9.923 ملین ٹن گندم کا ذخیرہ موجود ہے۔ (اشفاق بخاری، ڈان، 26 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- چاول

23 ستمبر: رائس ایکسپورٹرز ایسوسی ایشن آف پاکستان (REAP) کا ایک اعلیٰ وفد پاکستانی چاول کے فروغ کے لیے انڈونیشیا کا دورہ کرے گا۔ REAP (ریپ) انڈونیشیا میں ایک بریانی میلہ منعقد کرنے کی بھی منصوبہ بندی کررہا ہے جس میں پاکستانی چاول سے تیارکردہ کئی طرح کے کھانے شرکاء کو پیش کیے جائیں گے۔ انڈونیشیا چاول کی بڑی منڈی ہے جو سالانہ ایک ملین ٹن چاول درآمد کرتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 24 ستمبر، صفحہ 9)

19 اکتوبر: گزشتہ پانچ سالوں (11-2010 تا 15-2014) میں باسمتی چاول کی برآمد 40.54 فیصد کمی کے بعد 1,137,943 ٹن سے 676,630 ٹن ہوگئی ہے جبکہ اسی مدت میں چاول کی دیگر اقسام (غیر باسمتی) کی برآمد 19.5 فیصد اضافے کے بعد 2,563,664 ٹن سے 3,054,680 ٹن ہوگئی ہے۔ چاول پر تحقیق کے ادارے رائس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (RRI) کے مطابق باسمتی چاول کی برآمد میں واضح کمی ہوئی ہے جبکہ چاول کی دیگر اقسام کی برآمد میں اضافے کی وجہ سندھ میں ہائبرڈ چاول کے زیرکاشت رقبے میں اضافہ ہے۔ سندھ میں ہائبرڈ چاول کا زیرکاشت رقبہ جو 9-2008 میں 84,300 ہیکٹر تھا 15-2014 میں 3,022,000 ہیکٹر ہوگیا ہے۔ ہائبرڈ چاول کی کاشت میں اضافے کی وجہ زیادہ پیداوار ہے جو فی ایکٹر 120 من تک ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 20 اکتوبر، صفحہ 13)

11 نومبر: ایک خبر کے مطابق کسانوں کی چاول کی کاشت میں عدم دلچسپی کی وجہ سے مستقبل میں پاکستانی چاول کی برآمد مزید کم ہوسکتی ہے خصوصاً سپر باسمتی چاول کی پیداوار میں کمی برآمدکنندگان کے لیے مشکلات کا سبب ہوسکتی ہے۔ چیئرمین رائس ملز ایسوسی ایشن فیصل چیمہ کے مطابق سپر باسمتی چاول کا تمام ذخیرہ گزشتہ سال ایران کو برآمد کیا جاچکا ہے۔ گزشتہ دو سالوں میں چاول کاشت کرنے والے کسانوں بدترین حالات سے

دوچار ہوئے تھے جب ان کے پاس چاول کا ذخیرہ تھا لیکن کوئی خریدار نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سال کسانوں نے چاول کی کاشت میں دلچسپی نہیں لی۔ پاکستان سالانہ 6.9 ملین ٹن چاول پیدا کرتا ہے جبکہ ملکی کھپت 2.6 ملین ٹن ہے۔ اقتصادی سروے کے مطابق 16-2015 میں چاول زیر کاشت رقبے میں 4.92 فیصد اور پیداوار میں 2.7 فیصد کمی ہوئی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 12 نومبر، صفحہ 11)

- مرچ

20 ستمبر: TDAP (ٹی ڈی اے پی) اور SAGP (ایس اے جی پی) کے اشتراک سے مرچ کی برآمد میں اضافے کے حوالے سے منعقد کیے گئے سیمینار سے سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے چیئرمین سید مظفر حسین شاہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ کسانوں کو معیاری بیج فراہم کیے بغیر برآمدات میں اضافہ نہیں ہوسکتا۔ مرچ پاکستان کی ایک اہم روایتی فصل ہے اور ملک میں سالانہ تقریباً 200,000 ٹن مرچ کاشت کی جاتی ہے لیکن مرچ میں لگنے والی پھپھوندی کے نتیجے میں مرچ زہریلی ہونے کی وجہ سے اس کی برآمد میں 35 فیصد کمی ہوئی ہے۔ وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن کا اس موقع پر کہنا تھا کہ مرچ مقامی معیشت میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور پاکستان مرچ پیدا کرنے والا دنیا کا پانچواں بڑا ملک ہے جو سالانہ 90,000 ٹن مرچ برآمد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جس سے سالانہ 47 ملین ڈالر زرمبادلہ کمایا جاسکتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 21 ستمبر، صفحہ 9)

- پھل سبزی

19 دسمبر: ایف پی سی سی آئی کی قائمہ کمیٹی برائے باغبانی احمد جواد کے مطابق اگر بھرپور تحقیق اور پائیدار بنیادی ڈھانچہ تعمیر کیا جائے تو پاکستان کی باغبانی سے متعلق برآمدات اگلی دہائی میں سات بلین ڈالر سالانہ تک بڑھ سکتی ہیں۔ پھل و سبزی کی برآمدات کو فروغ دینے والے ادارے ٹی ڈی اے پی اور پاکستان ہورٹی کلچر ڈیولپمنٹ اینڈ ایکسپورٹ کمپنی (PHDEC) کی عدم توجہ کی وجہ سے پھل و سبزی کی عالمی برآمدات میں پاکستان کا حصہ صرف 0.3 فیصد ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 20 دسمبر، صفحہ 13)

آم:

12 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق آم کا موسم اپنے آخری مراحل میں ہے اور اس کی برآمد کے حوالے سے سرکاری اعداد وشمار برآمد کنندگان کے اعداد وشمار سے مختلف ہیں۔ PHDEC (پی ایچ ڈی ای سی) کے مطابق 75,000 سے 85,000 ٹن آم اب تک برآمد کیا جاچکا ہے جبکہ 20,000 سے 30,000 ٹن آم ابھی بھی درختوں پر لگا ہوا ہے۔ اس سال آم کی کل برآمد 90,000 ٹن ہوسکتی ہے جبکہ ہدف 110,000 ٹن مقرر کیا گیا تھا۔ برآمد کنندگان کے اندازے کے مطابق آم کی برآمد 60,000 سے 70,000 ٹن ہے اور آم کے موسم کے اختتام سے دو ہفتے پہلے ہی تمام برآمدی کھیپ اپنے مقام تک پہنچائی جاچکی ہیں۔ (احمد فراز خان، ڈان، 12 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

28 ستمبر: صدر آل پاکستان فروٹ اینڈ ویجیٹیبل ایکسپورٹرز امپورٹرز اینڈ مرچنٹس ایسوی ایشن (PFVA) وحید احمد کے مطابق اب تک 90,000 ٹن آم متحدہ عرب امارات، یورپی ممالک، ایران، کینیڈا اور مسقط سمیت مختلف ممالک کو برآمد کیا جاچکا ہے۔ 20 مئی سے آم کی برآمد کا آغاز کیا گیا تھا اور مقررہ ہدف اگلے دس سے پندرہ دنوں میں آم کے موسم کے اختتام تک تقریباً حاصل کرلیا جائے گا۔ گزشتہ سال برآمد کنندگان نے 68,000 ٹن آم برآمد کیا تھا اور اس سال آم کا برآمدی ہدف 100,000 ٹن مقرر کیا گیا تھا۔ (ڈان، 29 ستمبر، صفحہ 11)

کینو:

17 ستمبر: ایک خبر کے مطابق برآمد کنندگان روس کی جانب سے پاکستانی کینو اور آلو پر بھاری درآمدی محصول (ڈیوٹی) وصول کیے جانے پر فکر مند ہیں۔ برآمد کنندگان نے اس حوالے سے وفاقی وزیر خزانہ اسحاق ڈار کو لکھے گئے ایک خط میں کہا ہے کہ اگر اس مسئلے کو ہنگامی بنیادوں پر حل کرلیا جائے تو روس کو سبزی اور پھلوں کی برآمد میں بے پناہ اضافہ ہوسکتا ہے۔ خط میں مزید کہا گیا ہے کہ گزشتہ موسم میں پاکستانی آلو کی درآمد پر محصول 61 سینٹ فی کلوگرام وصول کیا گیا جبکہ یہی محصول مصر کے لیے 48 سینٹ فی کلوگرام تھا۔ اسی طرح کینو پر دسمبر تا جنوری 90 سینٹ فی کلوگرام اور فروری تا نومبر 1.05 ڈالر فی کلوگرام وصول کیا گیا جبکہ دیگر ممالک

کے لیے یہ شرح 75 سینٹ فی کلوگرام تھی۔ خط میں زور دیا گیا ہے کہ کینو کا موسم شروع ہو رہا ہے اس لیے حکومت اس مسئلے کو فوری حل کرے تاکہ روس کو پاکستانی برآمدات میں اضافہ ہو۔ (ڈان، 18 ستمبر، صفحہ 10)

14 نومبر: ایف پی سی سی آئی کی قائمہ کمیٹی کے چیئرمین احمد جاوید کے مطابق مصر، بھارت اور ترکی کے بغیر بیج والے کینو کی وجہ سے بین الاقوامی منڈی میں پاکستانی کینو کی طلب میں کمی ہوگئی ہے۔ دنیا بھر میں خصوصاً مغربی ممالک میں بغیر بیج کے کینو کی طلب زیادہ ہے اور پاکستان بغیر بیج کے کینو پیدا نہیں کرتا۔ انہوں نے مزید کہا کہ کینو کی برآمد کا موسم شروع ہونے والا ہے۔ اس بار پیداوار کم ہے لیکن بہتر موسمی حالات کی وجہ سے کینو کا معیار گزشتہ سال کی نسبت اچھا ہے۔ اس سال ملک میں 1.4 ملین ٹن کینو کی پیداوار متوقع ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 15 نومبر، صفحہ 10)

- سمندری خوراک

16 نومبر: ٹرالرز آنرز اینڈ فشرمین ایسوسی ایشن سندھ (STOFA) کے صدر حبیب اللہ خان نیازی کے مطابق اس سال ماہی گیری کے 90 فیصد بہتر نظام کی وجہ سے سمندری غذا کی برآمد میں 365 میٹرک ٹن کا اضافہ ہوا ہے جس کی وجہ سے جولائی تا ستمبر 2016 میں سمندری غذا کی برآمد 1.41 فیصد تک بڑھ گئی ہے لیکن اس کے باوجود عالمی سطح پر ماہی گیری اشیا کی قیمتوں میں کمی کی وجہ سے برآمدی آمدنی میں دو فیصد کمی آئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ برآمد کنندگان اور کشتی مالکان بھی گزشتہ سال کے نقصان سے نکل آئے ہیں۔ خطے میں کاروبار کرنے والے تمام برآمد کنندگان گہرے سمندر میں استعمال ہونے والے آلہ جات پر اضافی رقوم خرچ کررہے ہیں تاکہ مچھلی کے شکار میں کمی کا سامنا نہ ہو۔ انہوں نے مزید کہا کہ ستمبر 2016 میں ملک کی سمندری برآمد 6.16 فیصد یا دو ملین ڈالر سے 34.456 ملین ڈالر تک بڑھی جبکہ ستمبر 2015 میں سمندری برآمد 32.46 ملین ڈالر تھی۔ (بزنس ریکارڈر، 17 نومبر، صفحہ 21)

- اشیاء

چینی:

28 ستمبر: ایک خبر کے مطابق اقتصادی رابطہ کمیٹی (ECC) کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ گنا کمشنر اور شوگر ملیں چینی برآمد کرنے کی اجازت اور اس پر اربوں روپے کی زرتلافی حاصل کرنے کے لیے غیر تصدیق شدہ اعداد و شمار پیش کرتی رہی ہیں۔ موجودہ حکومت نے چینی کی برآمد پر 10 بلین روپے سے زیادہ زرتلافی دی تھی جو صنعتی مافیا کی جیب میں چلی گئی اور اب کمیٹی کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ گنا کمشنر کے فراہم کردہ اعداد و شمار ملوں کی جانب سے ہی فراہم کردہ ہیں جو چینی کے ذخیرے کی درست صورتحال نہیں بتاسکتے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 29 ستمبر، صفحہ 11)

19 ستمبر: وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن نے ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ گوشت کی برآمد کے لیے جدت انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔ گوشت کی صنعت تیزی سے بڑھ رہی ہے لیکن اس کی برآمد انتہائی کم ہے اور عالمی حلال منڈی میں پاکستان کا حصہ صرف پانچ فیصد ہے۔ پاکستان کی 2015-16 میں گوشت کی برآمد 300 ملین ڈالر سے تجاوز کرگئی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 20 ستمبر، صفحہ 10)

6 اکتوبر: عالمی سطح پر چینی کی ترسیل میں کمی اور اس کے نتیجے میں قیمت 600 ڈالر فی ٹن تک بڑھ جانے کے بعد پاکستان میں شوگر مل مالکان کو توقع ہے کہ وہ چینی کی برآمد سے 600 ملین ڈالر کا زرمبادلہ حاصل کرسکتے ہیں اگر حکومت انہیں آزادانہ طور پر ایک ملین ٹن چینی کا اضافی ذخیرہ برآمد کرنے کی اجازت دیدے۔ گزشتہ سال کی طرح ملوں کو چینی کی برآمد پر کسی قسم کی کوئی زرتلافی نہیں چاہیے کیونکہ عالمی منڈی میں قیمت ان کے لیے انتہائی پرکشش ہے۔ گزشتہ سال حکومت نے ملک میں چینی کی قیمت کو متوازن رکھنے کے لیے اس کی برآمد پر 13 روپے فی کلوگرام زرتلافی ادا کی تھی۔ (ڈان، 7 اکتوبر، صفحہ 2)

- حلال اشیاء

18 نومبر: چیئرمین پنجاب حلال ڈیولپمنٹ ایجنسی (PHDA) خلیل الرحمان خان نے تاجر برادری سے ملاقات

میں کہا ہے کہ پاکستان حلال اشیاء برآمد کرنے والا سب سے بڑا ملک بن سکتا ہے اور اس کے لیے حکومت اور تاجروں کو مل کر کام کرنا ہوگا۔ پاکستان کی حلال اشیاء کی برآمد انتہائی کم ہے جسے باہمی کوششوں سے بڑھایا جاسکتا ہے کیونکہ پاکستانی گوشت کا معیار آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے ترسیل شدہ گوشت سے اچھا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 19 نومبر، صفحہ 11)

درآمدات

- کپاس

16 اکتوبر: ایک مضمون کے مطابق بھارت اور پاکستان کے درمیان ہونے والی حالیہ کشیدگی کے باعث بھارت نے پاکستان کو کپاس کی برآمد روک دی ہے۔ کاٹن کمشنر خالد عبداللہ کا کہنا ہے کہ کم مقدار میں تجارتی سرگرمیاں اب بھی جاری ہیں اور حکومت نے درآمد کنندگان کو بھارت سے کپاس درآمد کرنے سے منع نہیں کیا ہے بلکہ خود تاجروں نے ملک سے یکجہتی کے لیے تجارت روک دی ہے۔ پاکستان بھارتی کپاس خریدنے والا بڑا ملک ہے اور اس سال بھارت سے کم خریداری کی وجہ سے بھارتی صنعت کو نقصان ہوا ہے جبکہ اس کے حریف ممالک کو فائدہ ہوا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق مالی سال 17-2016 کے لیے پاکستان کو کپاس کی تین ملین گانٹھیں درآمد کرنی ہونگی۔ (ڈان، 17 اکتوبر، صفحہ 4 بزنس اینڈ فنانس)

31 اکتوبر: وفاقی حکومت نے APTMA (اپٹما) کی بغیر ٹیکس کے کپاس کی درآمد کی درخواست کو مسترد کردیا ہے۔ وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن کا کہنا تھا درآمدات پر ٹیکس تب ختم کیا جاتا ہے جب ملک میں موجود تمام کپاس فروخت کی جاچکی ہو۔ اپٹما نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ کپاس کی پیداوار میں ہونے والی کمی کو دور کرنے کے لیے اقدامات کریں۔ (ڈان، 1 نومبر، صفحہ 11)

2 نومبر: اپٹما نے حکومت سے خام کپاس کی درآمد پر عائد چار فیصد ٹیکس ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اپٹما کے وائس چیئرمین زاہد مظہر کا کہنا ہے کہ مطالبے کے باوجود حکومت ٹیکس پر چھوٹ نہیں دے رہی جو ملکی مفاد کے

خلاف ہے کیونکہ ملک میں کپاس کی کاشت میں کچھ سالوں میں واضح کمی ہوئی ہے جس کی وجہ سے کپڑے کی صنعت کو کپاس درآمد کرنا پڑتی ہے۔ گزشتہ دو سالوں میں کپاس کی پیداوار میں 35 فیصد کمی ہوئی جسے پورا کرنے کے لیے کپاس کی چار ملین گانٹھیں درآمد کرنا پڑیں۔ (بزنس ریکارڈر، 3 اکتوبر، صفحہ 9)

- پھل سبزی

15 اکتوبر: ایف پی سی سی آئی کے صدارتی امیدوار زبیر طفیل کے مطابق بھارت نے پاکستان کو سبزیوں کی برآمد مکمل طور پر بند کردی ہے۔ بھارتی سبزیوں کی قیمت کم ہونے کی وجہ سے پاکستان ان سبزیوں کے بڑے خریداروں میں سے ایک ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان جاری کشیدگی کی وجہ سے دوطرفہ تجارت شدید متاثر ہوئی ہے۔ 16-2015 میں بھارت سے درآمدات کا حجم 2.17 بلین ڈالر تھا بھارت کو پاکستانی برآمدات کا حجم صرف 500 ملین ڈالر تھا۔ (بزنس ریکارڈ، 16 اکتوبر، صفحہ 3)

- کھاد

19 ستمبر: ایک خبر کے مطابق کیمیائی کھاد کے درآمد کنندگان اور حکومت کے درمیان ڈی اے پی کھاد کی درآمد پر دی جانے والی زرتلافی کے حوالے سے ہونے والا اجلاس بے نتیجہ رہا۔ سیکرٹری وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق عابد جاوید نے اجلاس کی صدارت کی جس میں ایف بی آر، وزارت خزانہ، وزارت صنعت و پیداوار اور کھاد کی درآمدی کمپنیوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ ذرائع کے مطابق اجلاس میں درآمد کنندگان نے ڈی اے پی کھاد کی قیمت میں 300 روپے فی بوری (50 کلوگرام) اضافے کے فیصلے سے بھی آگاہ کیا کیونکہ حکومت گزشتہ تین ماہ میں تاجروں کو ڈی اے پی کھاد پر حکومت کی جانب سے اعلان کردہ زرتلافی کی واجب الادا رقم دینے میں ناکام رہی ہے۔ تاہم سیکرٹری وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے کھاد کمپنیوں کو یقین دہانی کروائی ہے کہ وہ متعلقہ فریقین اور اداروں سے مل کر ادائیگی میں رکاوٹ دور کردینگے جس کے لیے انہوں نے تاجروں سے دو ہفتے کا وقت مانگا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 20 ستمبر، صفحہ 10)

24 اکتوبر: ایک خبر کے مطابق حکومت کی جانب سے 800,000 ٹن یوریا برآمد کرنے کی اجازت دیے جانے کا امکان ہے۔ ملک میں یوریا کی ضرورت سے زیادہ پیداوار کے نتیجے میں وزارت صنعت و پیداوار نے حکومت کو یہ تجویز پیش کی ہے۔ اعلی سرکاری حکام کا کہنا ہے کہ ای سی سی رواں ہفتے اپنے اجلاس میں برآمدی تجویز پر فیصلہ دے سکتی ہے۔ وزارت صنعت و پیداوار کے مطابق ربیع فصل کی کٹائی تک ملک میں یوریا کی 1.4 ملین ٹن فاضل مقدار ہوگی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 اکتوبر، صفحہ 10)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

غذائی کمپنیاں

27 ستمبر: ایک خبر کے مطابق امپریل کیمیکل انڈسٹریز (ICI) پاکستان میں 4.8 بلین روپے کی سرمایہ کاری سے جاپانی کمپنی مورینا گا کا بچوں کا خشک دودھ پاکستان میں تیار کرے گی۔ 2014 سے نیوٹریکو پاکستان پرائیویٹ لمیٹڈ، آئی سی آئی پاکستان، مورینا گا ملک انڈسٹری کمپنی لمیٹڈ اور یونی برانڈ پرائیوٹ لمیٹڈ کا اشتراک ہے جو پاکستان میں مورینا گا مصنوعات کی درآمد، فروخت اور تقسیم کار ہیں۔ 1917 میں قائم ہونے والی مورینا گا کمپنی پاکستان میں گزشتہ 38 سال سے موجود ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 28 ستمبر، صفحہ 11)

18 اکتوبر: ایک خبر کے مطابق فاران شوگر ملز لمیٹڈ 280 ملین روپے کی سرمایہ کاری سے ایک غذائی کمپنی 'یونی فوڈ انڈسٹریز لمیٹڈ' قائم کرے گی۔ اس حوالے سے فاران شوگر ملز کے بورڈ آف ڈائریکٹرز نے منصوبے کی منظوری کے بعد پاکستان اسٹاک ایکسچینج کو مطلع کردیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 19 اکتوبر، صفحہ 9)

2 نومبر: کینیڈا کی غذائی کمپنی پیراماؤنٹ فائن فوڈز نے پاکستان میں اگلے پانچ سالوں میں 30 ہوٹل کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کمپنی نے پاکستان بیوریجز لمیٹڈ (PBL) کے ساتھ مفاہمت کی ایک یاداشت پر دستخط کیے ہیں جس کے مطابق پاکستان بیوریجز پیراماؤنٹ فائن فوڈز کو اپنے مشروبات ترسیل کرے گا۔ (ڈان، 3 نومبر، صفحہ 11)

- اینگرو فوڈز

30 ستمبر: ایک خبر کے مطابق نیدرلینڈ کی ڈیری کمپنی فرائس لینڈ کمپینا نے اینگرو فوڈز لمیٹڈ کے 49.8 ملین عوامی حصص (public shares) 151.85 روپے فی حصص کے حساب سے خریدنے کی پیشکش کی ہے۔ اس سے پہلے جولائی میں اینگرو کارپوریشن نے اپنی ذیلی کمپنی اینگرو فوڈز کے 51 حصص 448 ملین ڈالر میں فرائس لینڈ کمپینا کو فروخت کرنے کا معاہدہ کیا تھا۔ (ڈان، 1 اکتوبر، صفحہ 10)

19 اکتوبر: ایک خبر کے مطابق رواں سال ستمبر میں ختم ہونے والی سہ ماہی میں اینگرو فوڈز لمیٹڈ نے بعدازٹیکس 633.454 ملین روپے منافع کمایا جبکہ کمپنی کا گزشتہ سال اسی مدت میں منافع 623.544 ملین روپے تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 20 اکتوبر، صفحہ 21)

کھاد کمپنیاں

- فوجی فرٹیلائزر

24 اکتوبر: فوجی فرٹیلائزر بن قاسم لمیٹڈ (FFBL) نے رواں سال ستمبر میں ختم ہونے والی سہ ماہی میں 244 ملین روپے خالص منافع کا اعلان کیا ہے جو گزشتہ سال اسی مدت کے مقابلے میں 44 فیصد زیادہ ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 اکتوبر، صفحہ 11)

VII۔ ماحول

زمین

- جنگلات

8 نومبر: کے پی کے کے ضلع لوئر دیر کے علاقے املوک درہ اور گمبٹ میں بھڑکنے والی آگ نے 45 ایکڑ رقبے پر پھیلے جنگلات کو تباہ کردیا ہے۔ یہ جنگلات املوک درہ، گمبٹ اور شمسی خان کے مکینوں کی ملکیت تھے۔ محکمہ جنگلات کے ضلعی افسر کے مطابق ضلعی انتظامیہ اور دیگر ادارے رضا کاروں کے ساتھ مل کر گزشتہ دو دنوں

سے آگ پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ (ڈان، 9 نومبر، صفحہ 7)

21 نومبر: کیپٹل ایڈمنسٹریشن اینڈ ڈیولپمنٹ ڈویژن (CADD) کے مطابق ملک میں لکڑی کی کل پیداوار کا 20 فیصد حصہ جو 2.5 ملین ٹن بنتا ہے تمباکو کو بھوننے (روسٹ کرنے) کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو بڑے پیمانے پر جنگلات کی کٹائی اور آلودگی کی وجہ ہے۔ تمباکو کی صنعت سے جنگلات پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں جس کی کاشت کے لیے تیزی سے جنگلات کو کاٹا جا رہا ہے۔ (ڈان، 21 نومبر، صفحہ 4)

21 دسمبر: گلگت بلتستان میں درختوں کی بلا روک ٹوک کٹائی جاری ہے جس سے ماحولیاتی نظام کو انتہائی تباہ کن اور ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے۔ مقامی سماجی کارکن خان محمد قریشی کے مطابق رواں مہینے میں بابوسر ٹاپ پر تقریباً 200 درخت غیر قانونی طور پر کاٹے جا چکے ہیں۔ درختوں کی غیر قانونی کٹائی میں ایک منظم اور مضبوط گروہ کا ہاتھ ہے۔ گزشتہ 20 سالوں کے دوران تقریباً 295,000 سے 640,000 ہیکٹر رقبے پر پھیلے جنگلات کا صفایا کیا جا چکا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 22 دسمبر، صفحہ 4)

- جنگلی حیات

24 ستمبر: اسلام آباد کے ہوائی اڈے پر کسٹم حکام نے برطانیہ کے شہر مانچسٹر جانے والے مسافر سے سات چکور برآمد کر لیے ہیں۔ مسافر امجد محمود جہلم سے تعلق رکھتا ہے اور برطانوی شہری ہے۔ حکام کے مطابق ضبط کیے گئے پرندوں کی قیمت 500,000 سے زیادہ ہے۔ بعد ازاں ملزم کے خلاف کسٹم ایکٹ کے تحت مقدمہ درج کر کے پرندے محکمہ جنگلی حیات کی تحویل میں دے دیے گئے ہیں۔ (ڈان، 24 ستمبر، صفحہ 4)

19 نومبر: وفاقی حکومت نے عرب ریاستوں کے شاہی خاندان کے افراد اور حکومتی افسران کو معدومیت کے خطرے سے دو چار نسل کے پرندے تلور کے شکار کے 30 خصوصی اجازت نامے جاری کیے ہیں۔ ذرائع کے مطابق ہجرت کرنے والے نایاب پرندوں کے شکار پر مقامی اور عالمی قوانین کی رو سے پابندی ہے اور کوئی

پاکستانی ان پرندوں کا شکار نہیں کرسکتا۔ ہر مہمان شکاری کو 100 پرندے شکار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ (ڈان، 20 نومبر، صفحہ 16)

10 دسمبر: ایک خبر کے مطابق وفاقی حکومت کو اس وقت شرمندگی کا سامنا ہوسکتا ہے جب قطر کے شاہی خاندان کے افراد تلور کے شکار کے لیے کے پی کے جائیں گے کیونکہ صوبے میں تلور کے شکار پر پابندی عائد ہے۔ صوبائی محکمہ تحفظ جنگلی حیات کے سربراہ مبارک شاہ نے اخبار کو بتایا ہے کہ جب سے صوبے میں تلور کو نایاب پرندوں کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے کوئی مقامی یا غیر ملکی اس کا شکار نہیں کرسکتا۔ حال ہی میں وفاقی حکومت نے قطری شاہی خاندان کو ڈیرہ اسماعیل خان میں تلور کے شکار کی اجازت دی تھی۔ (ڈان، 11 دسمبر، صفحہ 3)

پانی

- آلودگی

3 ستمبر: کمشنر حیدرآباد قاضی شاہد پرویز نے کہا ہے کہ منچھر جھیل کی آلودگی کی وجہ سے پھیلنے والی بیماریوں سے بچاؤ کے لیے جھیل کے اردگرد مقامی آبادی کی پینے کے پانی کی ضروریات کے لیے ریورس آسموسس (RO) پلانٹ نصب کیے جائیں گے اور ماہی گیری کے تحفظ کے لیے بھی اقدامات کیے جائیں گے۔ (ڈان، 4 ستمبر، صفحہ 19)

6 ستمبر: وفاقی وزیر سائنس و ٹیکنالوجی رانا تنویر نے سینٹ کو آگاہ کیا ہے کہ پاکستان کی 80 فیصد سے زیادہ آبادی آلودہ اور غیر معیاری پانی استعمال کرتی ہے۔ ملک میں آبی وسائل پر تحقیق کا ادارہ پی سی آر ڈبلیو آر نے ملک بھر میں 24 اضلاع کے 2,807 دیہات سے پانی کے نمونے جمع کیے تھے۔ 69 سے 82 فیصد پانی کے نمونے آلودہ اور پینے کے لیے غیر محفوظ پائے گئے ہیں۔ (ڈان، 7 ستمبر، صفحہ 4)

7 ستمبر: چیف جسٹس سپریم کورٹ انور ظہیر جمالی کی قیادت میں دو رکنی بنچ نے سمندری آلودگی کے حوالے سے مقدمے کی سماعت کرتے ہوئے اٹارنی جنرل سے وضاحت طلب کی ہے کہ وفاقی حکومت کیوں نکاسی آب کی صفائی کے منصوبے ایس۔III کی تکمیل میں تاخیر کررہی ہے؟ عدالت نے مزید کہا کہ یہ مقدمہ 1992 سے التوا میں ہے لیکن حکومت سمندری آلودگی پر قابو پانے کے لیے کوئی اقدامات نہیں کررہی۔ چیف سیکرٹری سندھ نے عدالت کو بتایا کہ ایس۔III منصوبے سمیت کئی منصوبے وفاقی حکومت کی جانب سے سرمائے کی فراہمی کے منتظر ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 ستمبر، صفحہ 13)

9 ستمبر: سپریم کورٹ کے دو رکنی بنچ نے منچھر جھیل میں آلودگی کے حوالے سے از خود کارروائی کے دوران وفاقی سیکرٹری برائے پانی و بجلی، خزانہ اور منصوبہ بندی و ترقی کی غیر حاضری پر اظہار برہمی کرتے ہوئے کہا ہے کہ جھیل میں آلودگی کی سطح کو کم کرنے کے لیے بنایا گیا منصوبہ 24 سالوں میں بھی مکمل نہیں کیا گیا اور وفاقی و صوبائی حکومت ایک دوسرے پر تاخیر کی ذمہ داری عائد کررہی ہیں۔ (ڈان 10 ستمبر، صفحہ 3)

11 ستمبر: وزیر اعلی سندھ سید مراد علی شاہ نے کہا ہے کہ ماضی میں کسی بھی حکومت نے منچھر جھیل میں آلودگی اور پانی سے جڑے دیگر مسائل کے حل کے لیے کوئی منصوبہ متعارف نہیں کروایا لیکن موجودہ حکومت ان مسائل کے حل کے لیے ایک منصوبہ متعارف کروارہی ہے۔ حکومت نجی کمپنی کے ساتھ پانی صاف کرنے کا پلانٹ نصب کرنے کے لیے مذاکرات کررہی ہے۔ منصوبے کی تکمیل کے بعد جھیل کے اردگرد بسنے والے ہزاروں افراد کو صاف پانی میسر ہوگا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 12 ستمبر، صفحہ 14)

18 ستمبر: سابقہ ڈائریکٹر نور محمد میمن کے سپریم کورٹ کے حکم پر عہدہ چھوڑنے کے بعد سے محکمہ آبپاشی سندھ اب تک رائٹ بینک آؤٹ فال ڈرین (RBOD II) منصوبے کے ڈائریکٹر کا تقرر کرنے میں ناکام ہے۔ منچھر جھیل کی بحالی کا اس منصوبے کی تکمیل سے براہ راست تعلق ہے جو دو بار اپنی تکمیل کی انتہائی تاریخ گزرجانے کے باوجود مکمل نہیں ہوسکا۔ (ڈان، 19 ستمبر، صفحہ 17)

27 ستمبر: سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے موسمی تبدیلی کی ذیلی کمیٹی نے کراچی میں بنڈل جزیرے پر مجوزہ مائع قدرتی گیس (LNG) ٹرمینل کی تعمیر پر رپورٹ طلب کی ہے جو سمندر کو آلودہ کرنے کا باعث اور دفاعی تنصیبات کے لیے خطرہ ہوسکتا ہے۔ وزارت موسمی تبدیلی، وزارت دفاع، وزارت پٹرولیم و قدرتی وسائل کے نمائندوں نے کمیٹی کو بتایا کہ ان کے اعداد وشمار کے مطابق ایسا کوئی ٹرمینل نہیں ہے اور نہ ہی اب تک ایسے کسی منصوبے کے زیرغور ہونے سے متعلق معلومات ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 28 ستمبر، صفحہ 11)

21 نومبر: ایک مضمون کے مطابق کوٹری بیراج کی چار بنیادی کنالوں پرانی پھلیلی کنال، نئی پھلیلی کنال، اکرم واہ کنال اور کلری بگیہار فیڈر کنال کو آلودہ کرنے کا عمل بلاروک ٹوک جاری ہے۔ سندھ کے زیریں علاقے ٹنڈو محمد خان، بدین، ٹھٹھہ اور سجاول گھریلو اور زرعی ضروریات کے لیے ان نہروں پر انحصار کرتے ہیں جبکہ کلری بگیہار فیڈر کینجھر جھیل کو پانی کی فراہمی کا ذریعہ ہے جس سے کراچی کو براہ راست پانی فراہم کیا جاتا ہے۔ چیئرمین سائٹ ایسوسی ایشن میاں عامر کے مطابق خوراک، کپڑا، دالیں اور کاغذ کے شعبوں سے تعلق رکھنے والے 140 کارخانے ایسے ہیں جن سے خارج ہونے والا فضلہ انتہائی خطرناک ہے۔ وزیر ماحولیات سندھ نے ان کارخانوں کو فضلہ صاف کرنے کے پلانٹ نصب کرنے کے لیے فروری 2017 تک کی مہلت دی ہے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 21 نومبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

6 دسمبر: سندھ ہائی کورٹ حیدرآباد سرکٹ نے ضلع تھرپارکر کے تعلقہ اسلام کوٹ میں کوئلے کی کانوں سے نکالے گئے پانی کے لیے مجوزہ ڈیم کی تعمیر سے پڑنے والے ماحولیاتی اثرات کا جائزہ لینے کے لیے تین رکنی کمیٹی تشکیل دی ہے۔ اسلام کوٹ کے رہائشی لاکھو اور دیگر رہائشیوں کی جانب سے گھرانو گاؤں میں 2,700 ایکڑ رقبے پر مجوزہ ڈیم کی تعمیر کے خلاف درخواست دائر کی گئی تھی۔ اس کمیٹی کے چیئرمین کمشنر حیدرآباد آصف حیدر شاہ اور ارکان شمس الحق میمن اور فضل اللہ قریشی ہونگے۔ کمیٹی معاونت کے لیے کسی بھی ادارے یا ایجنسی کی خدمات حاصل کرنے کی اہل ہوگی جو آبادی اور تعمیری علاقے کے درمیان فاصلہ اور مجوزہ مقام پر رہائش پزیر کل آبادی کا تخمینہ بھی حاصل کرے گی۔ (ڈان، 7 دسمبر، صفحہ 19)

6 دسمبر: منچھر جھیل میں صنعتی اور زرعی فضلے کی وجہ سے جھیل کا پانی آلودہ ہو رہا ہے۔ جھیل میں کشتیوں میں رہائش پذیر قدیم موہانہ قبائل کا گزر بسر آلودگی کی وجہ سے انتہائی مشکل ہوگیا ہے۔ مقامی رہائشی کا کہنا ہے کہ جھیل میں زہریلا فضلہ شامل ہونے سے آبی حیات ناپید ہوتی جارہی ہیں اور اب خاندان کا پیٹ بھرنے کے لیے بھی مچھلی کا حصول انتہائی مشکل ہے۔ اس کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں غیر ملکی علاقوں سے آنے والے پرندے اب کم ہی نظر آتے ہیں۔ جھیل کے تحفظ کے لیے سرگرم غیر سرکاری تنظیم کے رکن کا کہنا ہے کہ 1970 میں سندھ کے بڑے شہروں کا نکاسی آب منچھر جھیل تک لانے کا نہری نظام قائم کیا گیا تھا اور دریائے سندھ کے دائیں کنارے کے سیم زدہ علاقوں سے نکالا جانے والا نمکین پانی بھی جھیل میں ہی گرایا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ بڑے ڈیموں کی تعمیر سے دریائے سندھ کے بہاؤ میں کمی واقع ہوئی ہے جس کی وجہ سے جھیل میں صاف پانی کی فراہمی بھی متاثر ہوئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 7 دسمبر، صفحہ 9)

6 دسمبر: جامع کراچی کے انسٹی ٹیوٹ آف ہالوفائٹ یوٹیلائزیشن (ISHU) کے پروفیسر ڈاکٹر اجمل خان نے ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ کان کنی کے ذریعے نکالے گئے زیر زمین کھارے پانی کو قابل استعمال بنانے کے آزمائشی منصوبے کی تکمیل کے بعد تھرپارکر میں خشک سالی پر قابو پانے میں مدد ملے گی۔ اس حوالے سے وائس چانسلر پروفیسر محمد قیصر جامعہ کراچی اور SECMC (ایس ای سی ایم سی) کے اعلیٰ انتظامی افسر سید ابوالفضل رضوی نے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 6 دسمبر، صفحہ 9)

- آبی حیات

9 ستمبر: محکمہ جنگلی حیات سندھ اور گزری پولیس نے خفیہ اطلاع پر چھاپہ مار کے کراچی کے علاقے ڈیفنس کے ایک بنگلے سے 700 زندہ کچھوے اور ان کا محفوظ کردہ گوشت برآمد کرلیا۔ محکمے کے افسر کے مطابق تین چینی اور سات پاکستانی گرفتار کرلیے گئے ہیں جو ان کچھوؤں کو ملائیشیا برآمد کرنا چاہتے تھے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 10 ستمبر، صفحہ 15)

12 ستمبر: دریائے سندھ میں چھوڑے جانے کے لیے کراچی سے سکھر لائے گئے 780 کچھوؤں میں سے دو درجن سے زائد کچھوے محکمہ جنگلی حیات سندھ اور ورلڈ وائلڈ فنڈ فار نیچر پاکستان (WWF-P) کی غفلت اور غیر ذمہ داری کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔ یہ کچھوے کراچی کے علاقے ڈیفنس سے بازیاب کروائے گئے تھے۔
(دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 ستمبر، صفحہ 13)

30 ستمبر: محکمہ جنگلی حیات سندھ نے میٹھے پانی کے 300 سے زائد کچھوے ضبط کر کے چار افراد کو گرفتار کرلیا ہے۔ حکام کے مطابق ضلع شہید بینظیر آباد میں نایاب کالے دھبے والے کچھوے (Geoclemys hamiltonii) محکمہ جنگلی حیات کی جانب سے محفوظ قرار دیے گئے علاقے دیہہ آ کرو II میں قائم ایک ناکے پر گاڑی کی تلاشی کے دوران برآمد ہوئے۔ تمام کچھوے محکمے کے پاس ہیں جنہیں عدالتی حکم کے بعد دریا میں چھوڑ دیا جائے گا۔ (ڈان، 1 اکتوبر، صفحہ 19)

فضاء

- آلودگی

23 ستمبر: محکمہ تحفظ ماحولیاتی سندھ (SEPA) کی جانب سے پورٹ قاسم پر کوئلے کی ترسیل اور ذخیرے کے منصوبے کے حوالے سے منعقد کی گئی عوامی سماعت کے موقع پر منصوبے سے جڑے اداروں نے SEPA (سیپا) کی ماحولیاتی اثرات کے موثر جائزے اور نگرانی کی صلاحیت پر شبہات کا اظہار کیا ہے۔ (ڈان 23 ستمبر، صفحہ 3)

25 اکتوبر: سیپا نے پورٹ قاسم پر 13 بلین روپے کی لاگت سے کوئلہ ترسیل کرنے اور ذخیرہ کرنے کی سہولیات کی تعمیر کے ماحول پر پڑنے والے اثرات کی جائزہ رپورٹ (EIA) کو مسترد کردیا ہے۔ یہ بھی اہم نقطہ ہے کہ اس جائزہ رپورٹ کو اس کمپنی نے ترتیب دی تھی جس نے اس منصوبہ کے نمونہ (design) پیش کیا تھا۔ منصوبے کے ماحول پر پڑنے والے اثرات کے حوالے سے ہونے والی عوامی سماعت کے موقع پر شرکاہ نے 4.5 کلومیٹر طویل کوئلہ ترسیل کرنے کا نظام (Coal Conveying System) اور کوئلہ ذخیرہ کرنے کے

مقامات (کول یارڈز) کی تعمیر کی شدید مخالفت کرتے ہوئے اسے ماحولیاتی بربادی سے تعبیر کیا ہے۔ (ڈان، 26 اکتوبر، صفحہ 17)

2 نومبر: سیپا نے حیدرآباد اور اس کے نواحی علاقوں میں کارروائی کے دوران استعمال شدہ بیٹریوں سے سیسہ کشید کرنے والی بھٹیوں کو منہدم کردیا۔ حکام کے مطابق بھٹیوں سے نکلنے والے دھویں سے ماحولیاتی نظام پر انتہائی منفی اثرات مرتب ہورہے تھے اور علاقہ مکینوں کے لیے بیماریوں کا باعث بن رہے تھے۔ (ڈان، 3 نومبر، صفحہ 19)

3 نومبر: پنجاب میں موٹروے پر گہری دھند (اسموگ) کے باعث حدنگاہ انتہائی کم ہونے کی وجہ سے 16 افراد مختلف حادثات میں جاں بحق ہوگئے۔ دھند میں شامل مٹی اور کیمیائی ذرات کی وجہ سے موٹرسائیکل سواروں کو ناک، کان، آنکھ اور حلق میں شدید جلن اور دمہ کے مریضوں کو سانس لینے میں شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ (ڈان، 4 نومبر، صفحہ 1)

6 نومبر: صوبہ پنجاب میں فضائی آلودگی پر قابو پانے کے لیے وزیر اعلی شہباز شریف نے قلیل وطویل المدت اقدامات تجویز کرنے کے لیے مشاورتی کمیٹی تشکیل دے دی ہے۔ کمیٹی کی طرف سے فوری اقدامات کے لیے ضلعی سطح پر عوام میں منہ ڈھانپنے کے لیے ماسک کی تقسیم، سڑکوں پر گاڑیوں کے لیے انتباہ جاری کرنے اور کٹائی کے بعد چاولوں کے کھیتوں کی صفائی کی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ لاہور، شیخوپورہ اور دیگر علاقوں میں قائم دھات کے کارخانوں پر عارضی پابندی کی اہم ترین تجویز پر تاحال عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ (ڈان، 7 نومبر، صفحہ 14)

9 نومبر: محکمہ تحفظ ماحولیات پنجاب کے ضلعی افسر انجم ریاض کے مطابق ادارے نے لاہور میں آلودگی پھیلانے والے اور شدید دھند کا باعث بننے والے 55 فولاد کے کارخانے سربمہر کردیے ہیں۔ بند کیے گئے کارخانوں کے مقدمات مزید قانونی کارروائی کے لیے عدالت بھیجے جائیں گے۔ (ڈان، 10 نومبر، صفحہ 2)

6 دسمبر: بن قاسم ایسوی ایشن آف ٹریڈ اینڈ انڈسٹری (BQATI) نے پورٹ قاسم اتھارٹی (PQA) پر زور دیا ہے کہ وہ کوئلہ منصوبوں کو ماحول دوست بنائے۔ اس حوالے سے صنعتی برادری نے کچھ تجاویز بھی اتھارٹی کو پیش کی ہیں۔ بن قاسم کے صنعتکاروں کا کہنا تھا کہ کوئلہ منصوبے سے رونما ہونیوالے ماحولیاتی اثرات سے ان کی سرمایہ کاری کو سنگین خطرات لاحق ہیں۔ (ڈان، 7 دسمبر، صفحہ 18)

25 دسمبر: سیپا نے شوگر ملوں کے خلاف جاری کارروائی میں ضلع ٹھٹھہ میں عبداللہ شاہ غازی شوگر مل بند کردی۔ محکمے کے علاقائی ڈائریکٹر منیر عباسی کے مطابق مل کو جولائی 2015 میں چھ ماہ کے اندر فضلہ صاف کرنے کا پلانٹ نصب کرنے کے لیے نوٹس جاری کیا گیا تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 26 دسمبر، صفحہ 15)

آلودگی، صحت و تحفظ

4 ستمبر: ایک خبر کے مطابق کرنل شیر خان کیڈٹ کالج صوابی میں زہریلا کھانا کھانے سے 500 طلبہ کی صحت بگڑ گئی۔ طلبہ کو صوابی اور مردان کے ہسپتالوں میں منتقل کردیا گیا ہے جن میں سے 180 طلبہ کی حالت تشویشناک بتائی گئی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 5 ستمبر، صفحہ 9)

8 ستمبر: مختلف حکومتی اداروں کی جانب سے سپریم کورٹ میں پیش کی گئی رپورٹ نے ڈبہ بند دودھ، کھلا دودھ اور بوتل بند پانی کے معیار کے حوالے سے کئی سوالات کو جنم دیا ہے۔ محکمہ مال مویشی پنجاب کی جانب سے پیش کی گئی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ 2010 میں غیر ملکی تجزیاتی لیباٹری میں کیے گئے تجزیے میں یہ ثابت ہوا کہ تمام نمونوں میں فارمل ڈی ہائیڈ (Formaldehyde) موجود ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ تمام نمونے ڈبہ بند ہی لیباٹری بھیجے گئے تھے۔ (ڈان، 9 ستمبر، صفحہ 2)

16 ستمبر: سپریم کورٹ نے غیر معیار دودھ کی فروخت کے حوالے سے درخواست کی سماعت کے دوران زرعی یونیورسٹی فیصل آباد (UAF) یونیورسٹی آف ویٹنری اینڈ اینمل سائنسز (UVAS) لاہور اور پاکستان کونسل آف

سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ (PCSIR) کو ایک ماہ میں ملک میں دستیاب تمام ملکی اور غیر ملکی ڈبہ بند دودھ کے کیمیائی تجزیے کی ہدایت کی ہے۔ (ڈان، 17 ستمبر، صفحہ 2)

17 نومبر: راولپنڈی میں پیرودھائی پولیس نے ضلعی محکمہ صحت کے ساتھ مل کر ایک دکان پر چھاپہ مار کر چھ ہزار کلو گوشت ضبط کرلیا۔ محکمہ صحت کے عہدیداروں کے مطابق گوشت ناقابل استعمال تھا۔ پولیس نے دو قصائیوں سمیت چار افراد کو گرفتار کر کے مقدمہ درج کرلیا ہے جبکہ گوشت کو محکمہ صحت نے ضائع کر دیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 18 نومبر، صفحہ 4)

27 دسمبر: پنجاب فوڈ اتھارٹی (PFA) نے سپریم کورٹ میں کہا ہے کہ دودھ کے 30 اور پانی کے 313 نمونے جمع کر کے تجزیے کے لیے لیباٹری بھیج دیے گئے ہیں۔ اتھارٹی کے ڈائریکٹر نورالامین مینگل نے عدالت میں بیان دیا کہ اگر کسی بھی کمپنی کا نمونہ غیر معیاری پایا گیا تو اس کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ PFA (پی ایف اے) کے ڈائریکٹر نے عدالت میں محکمے کی جانب سے کی جانے والی کارروائی کی رپورٹ پیش کی جس کے مطابق ڈالڈا ڈیریز کو چائے کو سفید کرنے والا غیر معیاری محلول ''کپ شپ'' تیار کرنے پر سربمہر کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ الفجر ڈیری اینڈ فوڈز لمیٹڈ کو سربمہر کر دیا گیا جبکہ اچھا ڈیریز پر حفظان صحت کے اصولوں کی خلاف ورزی پر 500,000 روپے جرمانہ عائد کیا گیا ہے۔ عدالت نے رپورٹ پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے ڈائریکٹر کو اس معاملے پر جامع رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت کی ہے۔ خبر کے مطابق اس سے پہلے عدالت میں PCSIR (پی سی ایس آئی آر) کی ایک رپورٹ جمع کرائی گئی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ سوائے ''حلیب'' دودھ کے تمام ڈبہ بند دودھ (ٹیٹرا پیک) انسانی استعمال کے لیے موزوں ہیں۔ دوران سماعت چیف جسٹس میاں ثاقب نثار نے کہا کہ اگر کمپنیاں خالص دودھ فراہم نہیں کرسکتیں تو انہیں بند ہوجانا چاہیے۔ عدالت نے پی ایف اے کو اگلی سماعت پر دیگر کمپنیوں کے دودھ کے نمونے عدالت میں پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ (ڈان، 28 دسمبر، صفحہ 2)

VIII۔ موسمی تبدیلی

19 ستمبر: موسمی تبدیلی کے حوالے سے لکھے گئے ایک مضمون کے مطابق دنیا بھر میں اوسط درجہ حرارت میں اضافے کی وجہ سے موسم میں شدت بڑھ رہی ہے۔ مون سون بارشیں زیادہ ہورہی ہیں، گرمی کی لہر طویل ہورہی ہے اور طوفانوں کی شدت میں اضافہ ہورہا ہے۔ حاصل کردہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ کراچی بھی ان اثرات سے محفوظ نہیں اور رواں دہائی میں یہاں بھی موسمی حالات میں شدت پائی گئی ہے۔ ڈائریکٹر جنرل محکمہ موسمیات (PMD) ڈاکٹر غلام رسول کے مطابق گزشتہ صدی میں بحیرہ عرب میں طوفان پاکستان سے کم از کم 200 کلومیٹر کے فاصلے پر آتے تھے۔ قریب ترین طوفان 1999 میں آیا تھا جو ساحل سے 137 کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ رواں صدی میں 2005 کے بعد تقریباً ہر سال طوفان آرہے ہیں۔ 2007 میں گونو (Gonu) طوفان پسنی سے ٹکرایا جس سے بھاری جانی اور مالی نقصان ہوا تھا۔ کراچی میں عموماً تیز بارشیں نہیں ہوتی تھیں لیکن گزشتہ 15 سالوں میں پانچ دفعہ ایک دن میں 100 ملی میٹر سے زیادہ بارش ہوئی۔ 2015 میں کراچی میں گرمی کی شدید لہر آئی جس سے سینکڑوں لوگ ہلاک ہوئے۔ کراچی کے درجہ حرارت میں 2050 تک 2 ڈگری سینٹی گریڈ اضافے اور گرمی کی لہر کے واقعات میں اضافے کا امکان ہے۔ (فریہ الیاس، دی ایکسپریس ٹریبون، 19 ستمبر صفحہ 15)

9 اکتوبر: اسلام آباد میں زرعی شعبہ پر موسمی تبدیلی کے اثرات نمایاں ہوتے جارہے ہیں۔ حالانکہ ماہرین اس تبدیلی کو 'ایک نیا معمول قرار دے رہے ہیں لیکن اس صورتحال نے چھوٹے کسانوں اور گھریلو باغبانی کرنے والوں کو غیر یقینی کیفیت میں مبتلا کردیا ہے۔ اسلام آباد کے ایک کسان کا کہنا ہے کہ وہ موسم سرما کی کئی طرح کی سبزیاں کاشت کرتے ہیں لیکن تمام کی پیداوار بہت کم ہے، پھل بننے سے پہلے پھول گرجاتے ہیں۔ رات میں بارشوں کے نتیجے میں ٹھنڈ بڑھ جاتی ہے جبکہ دن میں گرمی اسی طرح برقرار رہتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ درجہ حرارت میں اتار چڑھاؤ سبزی کی پیداوار میں کمی کا باعث ہوسکتا ہے۔ (کلب علی، ڈان 9 اکتوبر، صفحہ 4)

کاربن اخراج

31 اکتوبر: پاکستان میں تعینات فرانس کے سفیر نے علامتی طور پر کانفرنس آف دی پارٹیز (COP 21) کی صدارت اسلام آباد میں ایک تقریب میں فرانس سے مراکش کو منتقل کردی۔ اگلی کانفرنس (COP 22) 7 تا 18 نومبر 2017 مراکش میں منعقد ہوگی۔ تقریب میں وفاقی وزیر برائے موسمی تبدیلی زاہد حامد نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ تقریب پارلیمانی کے ارکان، غیرسرکاری تنظیموں، سرکاری حکام اور غیرملکی سفارتکاروں نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر فرانسیسی سفیر نے موسمی تبدیلی کے حوالے سے پاکستانی کوششوں کی بھی تعریف کی۔

(بزنس ریکارڈر، 1 نومبر، صفحہ 5)

2 نومبر: پاکستان نے موسمی تبدیلی کے حوالے سے پیرس میں ہونے والے عالمی معاہدے کی توثیق کردی ہے۔ وفاقی وزیر برائے موسمی تبدیلی زاہد حامد نے ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ معاہدے کے تحت اہداف کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے وفاقی کابینہ نے موسمی تبدیلی کے حوالے سے تیار کیا گیا قانون کلائمٹ چینج بل اور کاربن کے اخراج کے حوالے سے قومی سطح پر مجوزہ اقدامات (INDCs) کی بھی منظوری دے دی ہے۔ پاکستان اپنا کاربن اخراج 20 فیصد کم کرے گا۔ مطلوبہ ہدف حاصل کرنے کے لیے پاکستان کی جانب سے گرین کلائمٹ فنڈ کے تحت 42 بلین ڈالر طلب کیے گئے۔ ملک میں کاربن کا اخراج 405 ملین ٹن سالانہ ہے اور پاکستان کاربن اخراج کرنے والا دنیا کا 135 واں بڑا ملک ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 3 نومبر، صفحہ 3)

سبز معیشت

21 اکتوبر: پاکستان میں برازیل کے سفیر کلاوڈیو راجا گاباگلا (Claudio Raja Gabagila) نے ایوان صنعت وتجارت اسلام آباد میں تاجر برادری سے ملاقات میں جنوبی امریکہ کے ممالک کی طرز پر پاکستان میں بھی قابل تجدید توانائی اور زرعی پیداوار بڑھانے کے لیے تعاون کی پیشکش کی ہے۔ برازیل اپنی 42 فیصد توانائی کی ضروریات قابل تجدید توانائی سے پوری کرتا ہے اور پاکستان میں شمسی، ہوائی اور نباتاتی ایندھن (ایتھنول) سے توانائی کی پیداوار میں مدد کے لیے تیار ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 22 اکتوبر، صفحہ 11)

- شمسی توانائی

24 اکتوبر: وزیر اعلیٰ کے پی کے پرویز خٹک نے متعدد سرکاری اداروں کے اعلیٰ حکام کو ان کے محکمے شمسی توانائی پر منتقل کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی ہدایت کی ہے۔ وزیر اعلی نے یہ ہدایات سعودی عرب کی ڈیجیٹل ورلڈ انٹرنیشنل کمپنی کے سربراہ ندال کے ساتھ جاری ایک اجلاس میں دی۔ کمپنی نے صوبے کے سرکاری محکموں کو شمسی توانائی پر منتقل کرنے کے لیے ایک جامع پیشکش بھی اجلاس میں پیش کی۔ (ڈان، 25 اکتوبر، صفحہ 7)

30 نومبر: کینیڈا کی شمسی توانائی کمپنی کے ایک وفد نے وزیر اعلی بلوچستان نواب ثنااللہ خان زہری سے ملاقات میں کہا ہے کہ کمپنی بلوچستان میں شمسی توانائی کے شعبہ میں سرمایاکاری میں دلچسپی رکھتی ہے۔ کمپنی کے وفد کا کہنا تھا کہ وہ صوبے میں آبپاشی نظام کے لیے کمپیوٹرائزڈ شمسی توانائی سے چلنے والے پمپ نصب کرسکتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 دسمبر، صفحہ 11)

15 دسمبر: اسلام آباد کے فاطمہ جناح پارک میں روشنی اور پانی کے چھڑکاؤ کا نظام شمسی توانائی پر منتقل کردیا گیا ہے۔ باغ کے اندر پانچ ایکڑ زمین پر 3,400 شمسی پینل نصب کیے گئے ہیں جن سے 0.85 میگاواٹ بجلی حاصل ہوگی۔ منصوبہ چینی کمپنی نے 4.8 ملین ڈالر کی لاگت سے تعمیر کیا ہے جو چینی حکومت نے بطور امداد فراہم کی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 دسمبر، صفحہ 4)

- ہوائی توانائی

28 ستمبر: ٹھٹھہ کے علاقے جھمپیر میں میٹرو پاور کمپنی کے 50 میگاواٹ کے ہوائی توانائی منصوبے نے تکمیل کے بعد 16 ستمبر سے تجارتی بنیادوں پر بجلی کی پیداوار کا آغاز کردیا ہے۔ کمپنی بجلی پیدا کرنے والے آزاد ادارے (IPP) کے طور پر سینٹرل پاور پرچیزر ایجنسی (CPPA) کو بجلی فراہم کررہا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 28 ستمبر، صفحہ 12)

2 نومبر: توانائی کے متبادل ذرائع کی ترقی کے ادارے آلٹرنیٹ انرجی ڈیولپمنٹ بورڈ (AEDB) کے سربراہ

امجد علی اعوان نے ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ سی پیک کے تحت پہلا ہوائی توانائی منصوبہ اگلے ماہ گھارو، سندھ میں نصب ہوگا جس کے بعد پاکستان کی قابل تجدید توانائی کی مجموعی پیداواری صلاحیت 1,185 میگاواٹ ہو جائے گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان دنیا کے ان چند ممالک میں شامل ہوگیا ہے جو 1,000 میگاواٹ سے زیادہ قابل تجدید توانائی پیدا کرتے ہیں۔ (ڈان، 3 نومبر، صفحہ 17)

IX۔غربت اور غذائی کمی

غربت

29 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق پاکستان 15-2000 کے ترقیاتی اہداف (MDGs) کے حصول میں ناکام رہا ہے۔ ان MDGs (ایم ڈی جیز) کی ناکامی کے محرکات اگلے 17 پائیدار ترقیاتی اہداف (SDGs) کے لیے کوئی نیک شگون نہیں ہیں۔ ان 17 اہداف میں سے ایک آمدنی میں بڑھتی ہوئی تفریق سے متعلق ہے۔ حقیقتاً یہاں دو پاکستان ہیں ایک اشرافیہ کا اور دوسرا عام آدمی کا۔ سیاست پر قابض اشرافیہ عوامی خوراک، تعلیم اور رہائش مسائل کے حوالے سے بے حس ہے جو اس تفریق کی وجہ ہے اور ان دونوں طبقات کو مختلف رہائشی سہولیات، آمد و رفت کے ذرائع، اعلیٰ تعلیم اور طبی سہولیات کی صورت الگ کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ عدم مساوات معاشی ڈھانچے میں جڑ پکڑ گئی ہے۔ ملک میں بڑھوتری (گروتھ) کی ساخت کچھ اس طرح ہے کہ کی قومی آمدنی میں ہر ایک روپے اضافے پر 36 پیسے امیروں کی جیب میں جاتے ہیں جبکہ غریبوں کے حصے میں صرف 3 پیسے آتے ہیں۔ (قیصر بنگالی، ڈان، 29 ستمبر، صفحہ 3)

3 اکتوبر: پاکستان پاورٹی ایلیویشن فنڈ (PPAF) کے سربراہ قاضی عظمت عیسی نے پی پی اے ایف او اور سسٹین ایبل ڈیولپمنٹ پالیسی انسٹی ٹیوٹ (SDPI) کی غریب اور امیر کے درمیان بڑھتے ہوئے فرق کے حوالے سے 9-2008 تا 13-2012 دورانیے پر مشتمل پیش کردہ مشترکہ رپورٹ پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت بنیادی سہولیات کی فراہمی میں مکمل طور پر ناکام ہے اور حالیہ سالوں میں غریب اور امیر کے درمیان فرق مزید بڑھ گیا ہے۔ 13-2012 میں سب سے زیادہ غربت بلوچستان اس کے بعد کے پی کے اور

پھر سندھ میں پائی گئی۔ اس موقع پر SDPI (ایس ڈی پی آئی) کے عابد سلہری کا کہنا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ ملک میں غربت میں کمی آئی ہو لیکن عدم مساوات میں اضافہ ہورہا ہے۔ (بزنس ریکارڈر 4 اکتوبر، صفحہ 12)

3 اکتوبر: عالمی بینک کی جانب سے غربت کے حوالے سے جاری کردہ رپورٹ (Poverty and 2016 Shared Prosperity) کے مطابق پاکستان ان ممالک میں شامل ہے جہاں غریبوں کی آمدنی (موجودہ اوسط آمدنی کے مقابلے) بڑھ رہی ہے۔ ملک میں 8.3 فیصد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے جو یومیہ 1.9 ڈالر یا اس سے بھی کم کماتی ہے جبکہ بھارت میں یہ شرح 21.25 فیصد ہے۔ اسی طرح پاکستان میں 45 فیصد آبادی یومیہ 3.1 ڈالر کماتی ہے جبکہ بھارت میں یہ شرح 58 فیصد ہے۔ (ڈان، 4 اکتوبر، صفحہ 5)

9 اکتوبر: اقوام متحدہ کا بچوں کے بہبود کے لیے عالمی ادارہ یونائیٹڈ نیشنز چلڈرنز فنڈ (UNICEF) اور عالمی بینک کی جاری کردہ مشترکہ تحقیق (Ending Extreme Poverty: A Focus on Children) کے مطابق دنیا میں غریب ترین افراد کی آدھی تعداد (تقریباً 385 ملین) بچوں پر مشتمل ہے۔ پاکستان سمیت جنوبی ایشیاء میں صورتحال بدترین ہے جہاں 36 فیصد بچے شدید غربت میں جی رہے ہیں۔ (ڈان، 10 اکتوبر، صفحہ 3)

23 اکتوبر: اخباری اداریے کے مطابق پاکستان کے لیے یہ کھلا راز شرمناک ہے کہ قانونی سازی کے باوجود اب بھی ملک میں انسانی اعضا (گردوں) کی اسمگلنگ ہوتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ہر سال 2,000 گردے فروخت ہوتے ہیں۔ حالیہ راولپنڈی کیس سے یہ بات سامنے آئی کہ انتہائی غربت کے شکار بھٹہ مزدور اور یومیہ اجرت پر کام کرنے والے مزدور اپنے گردے فروخت کررہے ہیں۔ انتہائی غریب لوگ پیسوں اور ایک اچھی زندگی کے لالچ میں ان گروہوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔ (اداریہ، ڈان، 23 اکتوبر، صفحہ 8)

7 نومبر: ایک مضمون کے مطابق وزیراعظم نواز شریف نے بھارتی وزیراعظم کی جانب سے غربت کے خلاف جنگ کی تجویز پر جواب میں قومی اسمبلی میں کہا ہے کہ ''اگر وہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ غربت کے خاتمے

کے لیے جنگ کریں تو انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ غربت کھیتوں میں توپ چلانے سے ختم نہیں ہوسکتی''۔ یہ سچ ہے لیکن بدقسمتی سے نوازشریف ٹرکل ڈاؤن تھیوری (trickle down theory) پر یقین رکھتے ہیں جسے عام الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ براہ راست ٹیکس عائد کرنے کے بجائے بلاواسطہ ٹیکس عائد کرکے امیر کو امیر تر بنایا جائے، کاروبار میں اضافے کے لیے شرح سود کو کم کیا جائے جس کے نتیجے میں دولت نچلے طبقے میں منتقل ہوگی۔ وزیراعظم کو کوئی مشورہ ہی دے سکتا ہے کہ وہ امریکی سینیٹر الیزبتھ وارن ڈی کے اس مشورے پر غور کریں جس میں وہ کہتی ہیں کہ امریکہ دنیا کا امیر ترین ملک ہے جہاں اب تک وفاقی حکومت قائم ہے جو لکھ پتی اور ارب پتیوں، دیوہیکل کمپنیوں کے لیے خوب کام کرتی ہے، ان کے لیے جو اپنے مفادات کے لیے پروپیگنڈا کرنے والی بڑی فوج رکھتے ہیں، وکیلوں کی فوج رکھتے ہیں اور اپنے حق میں مہم چلانے کے لیے بہت پیسہ خرچ کرتے ہیں، جبکہ باقی امریکہ کے لیے یہ حکومت کوئی کام نہیں کررہی۔ اب وقت آ گیا ہے کہ یہ حکومت امریکہ کے لیے کام کرے۔ (انجم ابراہیم، بزنس ریکارڈر، 7 نومبر، صفحہ 16)

17 نومبر: SDGs (ایس ڈی جیز) کے حوالے سے ایک کانفرنس میں ماہر اقتصادیات ڈاکٹر قیصر بنگالی نے کہا کہ جب تک ملک میں طبقاتی تفریق موجود ہے مستقبل کے لیے مقرر کیے گئے اہداف حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ اشرافیہ کے بچوں کی ماہانہ اسکول فیس گھر کے چوکیدار کی تنخواہ سے تین گنا زیادہ ہوتی ہے۔ ایم ڈی جیز اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتے جب تک ریاست ان کی ذمہ داری نہ لے۔ ریاست تعلیم اور طبی سہولیات کی ذمہ دار ہے لیکن قومی آمدنی میں شامل ہر 100 روپے میں سے 30 روپے اشرافیہ پر خرچ کیے جاتے ہیں اور صرف 3 روپے غریبوں پر خرچ ہوتے ہیں۔ (ڈان، 18 نومبر، صفحہ 4)

4 دسمبر: رکن قومی اسمبلی نفیسہ خٹک کے سوال پر وزارت منصوبہ بندی و ترقی کی جانب سے قومی اسمبلی میں پیش کیے گئے دستاویزات کے مطابق بنیادی ضروری اشیاء کی قیمت (CBN) کی بنیاد پر کیے گئے اقتصادی سروے 2013-14 کے مطابق 29.5 فیصد (تقریباً 55 ملین) آبادی خط غربت سے نیچے زندگی بسر کررہی ہے۔ (ڈان، 5 دسمبر، صفحہ 4)

- انکم سپورٹ پروگرام

2 دسمبر: چیئرپرسن ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی (TEVTA) عرفان قیصر شیخ کے مطابق ادارہ صوبہ پنجاب کے مختلف شہروں میں بے روزگار نوجوانوں کو 16 مراکز پر جدید فنی اور پیشہ ورانہ تربیت فراہم کررہی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 3 دسمبر، صفحہ 8)

بینظیر انکم سپورٹ پروگرام:

26 ستمبر: بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (BISP) اگلے سال دسمبر تک ملک بھر میں بائیو میٹرک کے تحت ادائیگی کے نظام کا آغاز کردے گا۔ یہ فیصلہ بورڈ کے 27 ویں اجلاس میں کیا گیا جس میں ارکان نے ادائیگی کے اس نئے طریقہ کار کی منظوری دینے کے بعد جلد از جلد معاملہ مالیاتی ڈویژن کو بھیجنے کی ہدایت کی ہے۔ نئے طریقہ ادائیگی سے امداد وصول کنندگان بغیر کسی اور کی مداخلت کے براہ راست رقم وصول کرسکیں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 27 ستمبر، صفحہ 9)

29 ستمبر: حکومت نے امداد حاصل کرنے کی برطانوی شرط پوری کرنے کے لیے BISP (بی آئی ایس پی) کے تحت دی جانے والی نقد رقم میں 44.80 روپے ماہوار اضافے کا اعلان کیا ہے۔ وزارت خزانہ کی جانب سے کیے گئے اعلان میں کہا گیا ہے کہ وزیراعظم کو بی آئی ایس پی سے فائدہ اٹھانے والوں کے لیے سالانہ وظیفہ 18,800 روپے سے بڑھا کر 19,338 روپے کرنے کی منظوری پر خوشی ہے۔ وزیر خزانہ اسحاق ڈار کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ یہ اضافہ مہنگائی میں اضافے کی شرح کنزیومر پرائس انڈیکس (CPI) کے مطابق ہے اور وظیفے میں اضافے کا یہ فیصلہ مہنگائی کے اثرات کم کرے گا۔ اسحاق ڈار نے مزید کہا کہ اضافہ وزیراعظم سے مشاورت کے بعد کیا گیا ہے۔ گزشتہ سال برطانوی حکومت نے امداد دینے کے لیے یہ شرط عائد کی تھی کہ وظیفے میں اضافہ مہنگائی کی شرح کے مطابق کیا جائے۔ خبر کے مطابق بی آئی ایس پی بورڈ نے اپنے عملے کی تنخواہوں میں 10 فیصد اضافہ کردیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، ستمبر 30، صفحہ 10)

14 اکتوبر: بی آئی ایس پی اور ویمن چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری (WCCI) نے بی آئی ایس پی سے استفادہ حاصل کرنے والی عورتوں کو پیشہ ورانہ تربیت کی فراہمی کے لیے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ معاہدے کے تحت 500 عورتوں کو کپڑے، زیورات، چمڑے کی اشیاء سمیت دیگر کئی اشیاء کی تیاری کے لیے تربیت دی جائے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 15 اکتوبر، صفحہ 11)

21 نومبر: ملک میں غذائی کمی کے خاتمے کے لیے بی آئی ایس پی اور عالمی غذائی پروگرام (WFP) نے پنجاب میں ایک تحقیقی پروگرام کے آغاز کے لیے معاہدے پر دستخط کیے ہیں۔ پروگرام کے تجرباتی مرحلے میں ضلع رحیم یار خان میں بی آئی ایس پی سے استفادہ حاصل کرنے والے گھرانوں کے چھ سے 23 ماہ کے بچوں کو WFP (ڈبلیو ایف پی) کی جانب سے ضروری غذائی اجزا سے بھرپور غذائی سپلیمنٹ فراہم کیے جائیں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 22 نومبر، صفحہ 10)

وزیر اعظم یوتھ لون پروگرام:

21 ستمبر: ایک خبر کے مطابق نوجوانوں کو قرضہ فراہم کرنے کا حکومتی منصوبہ پرائم منسٹرز یوتھ بزنس لون اسکیم میں لاکھوں روپے غبن کا انکشاف ہوا ہے۔ ابتدائی تفتیش کے مطابق نیشنل بینک آف پاکستان مردان ریجن کا عملہ بدعنوانی میں ملوث پایا گیا ہے۔ وزیر اعظم کی جانب سے دسمبر 2013 میں یہ منصوبہ شروع کیا گیا تھا جس میں بیروزگار نوجوانوں کو دو ملین روپے تک قرضہ لینے کی سہولت فراہم کی گئی تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 22 ستمبر، صفحہ 1)

- مائیکرو فنانس

26 اکتوبر: ملک میں چھوٹے قرضے فراہم کرنے والی صنعت (مائیکرو فنانس انڈسٹری) کو 2020 تک بین الاقوامی ترقی کے برطانوی ادارے ڈپارٹمنٹ فار انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ (DFID) کی جانب سے 40 بلین روپے ملنے کی توقع ہے۔ غربت کے خاتمے کے عالمی دن کے موقع پر DFID (ڈیفیڈ) پاکستان کی سربراہ جوانا ریڈ

(Joana Reid) نے کہا ہے کہ ان کے ادارے نے پاکستان مائیکرو فنانس انویسٹمنٹ کمپنی (PMIC) کے قیام کے لیے مدد فراہم کی ہے جس سے ملک کی چھوٹے قرضے دینے والی صنعت 40 بلین روپے کے فوائد حاصل کر سکے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 27 اکتوبر، صفحہ 10)

27 اکتوبر: وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے نجی شعبے میں چلنے والی PMIC (پی ایم آئی سی) کا باقائدہ آغاز کر دیا ہے جس کا مقصد حکومتی سرمائے سے کم آمدنی والے افراد کو کاروباری قرض فراہم کرنے کے لیے سرمایہ فراہم کرنا ہے۔ یہ کمپنی PPAF (پی پی اے ایف) اور غیر سرکاری تنظیم کارانداز پاکستان کی طرف سے قائم کی گئی ہے جس کے لیے سرمایہ ڈیفیڈ اور KFW (کے ایف ڈبلیو) کی جانب سے فراہم کیا گیا ہے۔ ملک میں اس وقت 4.2 ملین افراد مائیکرو فنانس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ (ڈان، 28 اکتوبر، صفحہ 10)

غذائی کمی

5 ستمبر: بلوچستان نیوٹریشن پروگرام فار مدرز اینڈ چلڈرن (BNPMC) کے ڈائریکٹر ڈاکٹر فہیم خان نے کوئٹہ میں ہونے والے ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ صوبے میں غذائی کمی کی ایک ہولناک تصویر پیش کر رہی ہے۔ محکمہ صحت بلوچستان اور آغا خان یونیورسٹی کی جانب سے ماں اور بچے کی صحت کے حوالے سے کیے گئے سروے کے مطابق صوبے میں 16 فیصد بچے شدید غذائی کمی کا شکار ہیں، 40 فیصد بچے وزن میں کمی کا شکار ہیں جبکہ 52 فیصد بچے اپنی عمر کے مقابلے قد میں کمی کا شکار ہیں۔ صوبے میں 54.9 فیصد عورتیں اور 73.5 فیصد بچے وٹامن اے اور 48.9 فیصد عورتیں اور 56.8 فیصد بچے فولاد (آئرن) کی کمی کا شکار ہیں۔ (ڈان، 6 ستمبر، صفحہ 5)

6 اکتوبر: تھرپارکر میں غذائی کمی کی وجہ سے ہونے والی بیماریوں سے مزید پانچ بچے جاں بحق ہو گئے ہیں۔ ان بچوں کی اموات کے بعد غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ نو ماہ میں مرنے والے بچوں کی تعداد 408 ہو گئی ہے جبکہ ضلع کے سرکاری اسپتال کے مطابق یہ تعداد 370 ہے۔ (ڈان، 7 اکتوبر، صفحہ 19)

X۔ قدرتی بحران

بارشیں، طوفان

11 ستمبر: سوات کے علاقے مدین میں شدید بارشوں کے بعد سیلاب اور آسمانی بجلی گرنے سے پانچ افراد ہلاک اور کئی زخمی ہوگئے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق سیلاب نے کئی گھر تباہ کردیے اور ایک گاؤں جس کا نام پلم بتایا جاتا ہے مکمل طور پر تباہ ہوگیا ہے۔ فوج اور امدادی ادارے ملبے میں دبے لوگوں کو نکالنے میں مصروف ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 12 ستمبر، صفحہ 15)

24 ستمبر: جنوبی پنجاب کے مختلف حصوں میں آنے والے طوفان اور بارش کے نتیجے میں چھ افراد ہلاک اور 30 سے زائد زخمی ہوگئے۔ طوفانی بارش سے ملتان، خانیوال، ڈیرہ غازی خان، لیہ اور مظفر گڑھ شدید متاثر ہوئے ہیں۔ محکمہ موسمیات کے مطابق 2.6 ملی میٹر بارش اور ہوا کی رفتار 80 کلو میٹر فی گھنٹہ ریکارڈ کی گئی۔
(بزنس ریکارڈر، 25 ستمبر، صفحہ 5)

5 اکتوبر: ضلع تھرپارکر کے گاؤں ریسر میں ہونے والی طوفانی بارشوں کے دروان آسمانی بجلی گرنے سے چھ گائے ہلاک ہوگئی ہیں۔ مٹھی میں زیادہ سے زیادہ 62 ملی میٹر بارش ریکارڈ کی گئی جبکہ تھرپارکر کے باقی علاقوں میں بھی گزشتہ تین دنوں میں شدید بارشیں ہوئی ہیں۔ مقامی محکمہ موسمیات نے تھرپارکر اور میرپورخاص میں مزید بارشوں کی پیشنگوئی کی ہے۔ (ڈان، 6 اکتوبر، صفحہ 19)

XI۔ مزاحمت

زمین

22 ستمبر: پولیس نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے انجمن مزارعین پنجاب (AMP) کے زیرحراست جنرل سیکریٹری مہر عبدالستار کی جسمانی ریمانڈ کے دوران نشاندہی پر گولیوں سمیت رائفل برآمد کی ہے۔ (ڈان، ستمبر 23، صفحہ 2)

2 اکتوبر: کوہستان میں داسو ڈیم منصوبے کے متاثرہ زمین مالکان نے حکومت کو خبردار کیا ہے کہ اگر 12 اکتوبر تک ان کے مطالبات پورے نہیں ہوئے تو وہ ڈیم پر کام نہیں ہونے دینگے۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ وہ مطالبات پورے نہ ہونے کی صورت میں پارلیمانی کی طرف جائیں گے اور شاہراہ قراقرم بند کردینگے۔ داسو ڈیم ایکشن کمیٹی کے رکن شمس الرحمان کے مطابق منصوبے پر کام روکنے اور احتجاج کرنے کا فیصلہ 80 رکنی کمیٹی میں کیا گیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 3 اکتوبر، صفحہ 4)

3 نومبر: داسو ڈیم منصوبے کے متاثرہ زمین مالکان نے محکمہ ریونیو کی زمین کا سروے کرنے والے عملے کو کام سے روک دیا۔ متاثرین کا کہنا ہے کہ جب تک ان کے مطالبات پورے نہیں ہوتے وہ ڈیم پر کسی قسم کے کام کی اجازت نہیں دینگے۔ (ڈان، 4 نومبر، صفحہ 7)

پانی

9 اکتوبر: جھنگ اور گوجرہ کی زیلی نہر میں اچانک غیر اعلانیہ پانی کی بندش کے خلاف متعدد دیہات کے متاثرہ کسانوں نے ٹوبہ کھیکا پیر محل سڑک بند کر کے احتجاج کیا۔ کسانوں کا کہنا تھا کہ پانچ اکتوبر سے اچانک ایک ماہ کے لیے پانی کی فراہمی روک دی گئی ہے جس سے متاثرہ علاقوں میں گنا، مکئی اور کپاس کی فصل تباہ ہوجائیں گی جبکہ کسان پانی کی بندش کی وجہ سے گندم اور چارہ بھی کاشت نہیں کرسکیں گے۔ (ڈان، 10 اکتوبر، صفحہ 10)

12 نومبر: تعلقہ صالح پٹ میں نہر کے آخری سرے کے کسانوں نے نارا کنال سے بااثر افراد کی جانب سے پانی چوری کے خلاف قائد حزب اختلاف سید خورشید شاہ کے گھر کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ کسانوں کا کہنا تھا کہ جب سے علاقے میں بااثر جاگیردار نے غیر قانونی واٹر کورس تعمیر کر کے اپنی زمین سیراب کرنے کے لیے پمپ لگایا ہے انہیں پانی نہیں مل رہا ہے۔ ان کی زمین بنجر ہورہی ہے۔ خورشید شاہ کی کسانوں کو اس یقین دہانی کے بعد کہ جلد ہی ان کا مسئلہ حل کیا جائے گا کسانوں نے مظاہرہ ختم کردیا۔ (ڈان، 13 نومبر، صفحہ 19)

مداخل

26 ستمبر: چیئرمین پاکستان پیپلز پارٹی (PPP) بلاول بھٹو زرداری نے پنجاب کے پارٹی کارکنوں کو پاکستان کسان اتحاد (PKI) کی کسان دشمن حکومتی پالیسیوں کے خلاف احتجاجی ریلی میں شرکت کرنے کی ہدایت کی ہے۔ PKI (پی کے آئی) کے ایک وفد نے گزشتہ ہفتے چیئرمین PPP (پی پی پی) سے ملاقات میں پارٹی کارکنوں کو ریلی میں شرکت کے لیے کہا تھا۔ چیئرمین پی پی پی نے چودھری منظور کو ریلی کے لیے کارکنوں کو منظم کرنے کی ہدایت کی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 27 ستمبر، صفحہ 9)

27 ستمبر: قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف اور پی پی پی رہنما سید خورشید شاہ نے مقامی ہوٹل میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ فوری طور پر پی کے آئی کے گرفتار کیے گئے رہنما اور کارکنان کو رہا کیا جائے۔ (بزنس ریکارڈر، 28 ستمبر، صفحہ 5)

27 ستمبر: پنجاب بھر میں سینکڑوں کسانوں کی گرفتاری کے باوجود پی کے آئی کی قیادت میں کسانوں کی بڑی تعداد نے مسلم لیگ ن کی کسان دشمن پالیسیوں کے خلاف پنجاب اسمبلی کے باہر احتجاج کیا اور مال روڈ پر گاڑیوں کی آمد رفت معطل کردی۔ پی کے آئی کے صدر خالد محمود کھوکھر نے اخبار کو بتایا ہے کہ پولیس نے تقریباً 600 کسانوں کو گرفتار کرلیا ہے۔ (ڈان، 28 ستمبر، صفحہ 2)

29 ستمبر: پی کے آئی جس نے دو دن سے فیصل چوک لاہور پر دھرنا دیا ہوا ہے حکومت کو خبردار کیا ہے کہ اگر کسانوں کے مطالبات پورے نہیں ہوئے تو دس محرم کے بعد صوبے بھر میں تحصیل کی سطح پر سڑکیں بند کردینگے۔ پی کے آئی کے صدر کا کہنا ہے کہ صوبائی صدر کی سربراہی میں ایک وفد نے وزیر قانون پنجاب اور سیکرٹری زراعت سے ملاقات کرکے اپنے مطالبات پیش کیے ہیں۔ پی کے آئی کے وفد کو یقین دلایا گیا ہے کہ حکومت ٹیوب ویلوں کو فراہم کی جانے والی بجلی کے نرخ 5.35 روپے فی یونٹ دن اور 10.35 روپے فی یونٹ رات کے نرخ کو 24 گھنٹوں کے لیے 5.35 روپے فی یونٹ کردے گی۔ (ڈان، 30 ستمبر، صفحہ 2)

14 نومبر: لاڑکانہ کے مختلف علاقوں کے دھان کے کاشتکاروں نے فصل کی مناسب قیمت کے حصول کے لیے جناح باغ گیٹ پر احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ انہیں چاول کی پیداوار کی مناسب قیمت نہیں دی جارہی حالانکہ عالمی منڈی میں چاول کی مختلف اقسام کی قیمت بڑھ گئی ہے اور ایشیاء کے دیگر ممالک کے کسان اس کا فائدہ اٹھارہے ہیں۔ مظاہرین نے چاول کی قیمت مقرر نہ کرنے پر حکومت کے خلاف نعرے لگائے۔ (ڈان، 15 نومبر، صفحہ 19)

ماحول

13 اکتوبر: ایک خبر کے مطابق ضلع مظفر گڑھ کے مکینوں کی مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں علاقے میں کوئلے سے بجلی کی پیداوار کے دو منصوبوں کی تعمیر روک دی گئی ہے۔ مکینوں کا کہنا تھا کہ ضلع کے 28 کلو میٹر کے دائرے میں پہلے ہی چار بجلی گھر گزشتہ 18 سالوں سے چل رہے ہیں۔ علاقے کے لوگوں کے لیے مزید دو کوئلے سے چلنے والے بجلی گھر کوئی اچھی خبر نہیں تھی اس لیے اس منصوبے کی مخالفت کی گئی۔ مقامی آبادیوں نے کسی بھی مقام پر بجلی گھر کی تعمیر سے قبل آزاد اداروں سے ماحول، آب و ہوا اور محل وقوع کے معائنے کو لازمی قرار دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ (ڈان، 14 اکتوبر، صفحہ 16)

16 دسمبر: بلوچستان کے ضلع کچھ میں کسانوں اور قبائلیوں کی بڑی تعداد نے علاقے میں قطری شہزادے کو تلور کے شکار کی اجازت دینے کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے گندھاوا کو سوران سے ملانے والی شاہراہ کو بند کردیا جس سے کئی گھنٹے گاڑیوں کی آمد و رفت معطل رہی۔ مظاہرین نے حکومت اور مسلم لیگ ن کے خلاف سوران کی پوری تحصیل شکار کے لیے قطری شہزادے کے حوالے کیے جانے پر نعرے لگائے۔ (بزنس ریکارڈر، 18 دسمبر، صفحہ 2)

24 دسمبر: وفاقی حکومت کی جانب سے عرب ممالک کے شکاریوں کو معدومیت کے خطرہ سے دوچار پرندوں کے شکار کی اجازت دینے کے خلاف کراچی پریس کلب پر احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ

پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جہاں نایاب پرندوں کے شکار کی اجازت ہے۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ فوری طور پر پرندوں کے شکار پر پابندی لگائی جائے۔ (ڈان، 25 دسمبر، صفحہ 18)

6 نومبر: ضلع تھرپارکر سے تعلق رکھنے والے یونیورسٹی کے طلبہ نے اسلام کوٹ کے مقامی رہائشیوں کے ساتھ مل کر مقامی پریس کلب کے باہر گھرانو گاؤں میں ڈیم کی تعمیر کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے علاقے پر مضر اثرات مرتب ہونے کے خدشات کے پیش نظر گھرانو گاؤں سے زہریلے پانی کے ذخائر کی فوری منتقلی کا مطالبہ کیا ہے۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ ذخائر کی تعمیر پر علاقہ مکینوں کے سخت تحفظات کے باوجود تعمیر کا کام تیزی سے جاری ہے۔ (ڈان، 7 نومبر، صفحہ 17)

7 نومبر: ضلع تھرپارکر کی تحصیل اسلام کوٹ کے گھرانو گاؤں کے متاثرین نے کراچی پریس کلب پر سندھ حکومت اور ایس ای سی ایم سی کے کوئلے کی کان سے نکلنے والے زہریلے پانی کے لیے ڈیم کی تعمیر کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا ہے۔ مظاہرین میں شامل ایک مقامی خاتون سیتا بائی نے حکومت سے اپیل کی ہے کہ وہ ان کا روزگار نہ چھینے۔ سیتا بائی کا کہنا تھا کہ وہ اور ان کے گاؤں کے دیگر افراد گزشتہ 17 دنوں سے سڑک پر اپنے حق کے لیے لڑ رہے ہیں۔ احتجاج کی قیادت کرنے والے لیلا رام اور روی شنکر کا کہنا تھا کہ ہمارا کوئی سیاسی ایجنڈا نہیں ہے۔ یہ ہمارے بچوں کا سوال ہے، ہماری آنے والی نسل ڈیم کے اس زہریلے پانی سے متاثر ہوگی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 نومبر، صفحہ 14)

4 دسمبر: ضلع تھرپارکر میں مٹھی کے علاقے کشمیر چوک پر سیاسی و سماجی تنظیموں بشمول سندھ نیشنل فرنٹ (SNF) نے اسلام کوٹ میں کوئلے کی کان سے نکلنے والے پانی کے لیے ڈیم کی تعمیر کے خلاف احتجاجی ریلی نکالی اور دھرنا دیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ گاؤں کی 2,700 ایکڑ زمین کو کان سے نکالے گئے زہریلے پانی کا ذخیرہ نہیں بننے دیں گے۔ (ڈان، 5 دسمبر، صفحہ 17)

ماہی گیری

17 نومبر: ماہی گیروں کے عالمی دن کے موقع پر کاشتکاروں، مزدوروں اور سماجی تنظیموں کے کارکنوں نے حیدرآباد پریس کلب کے باہر ایک غیر سرکاری تنظیم کے زیر اہتمام جھیلوں، دریا اور تازے پانی کے دیگر وسائل پر قبضے کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ ماہی گیر برادری کو ترقیاتی منصوبوں کی وجہ سے خطرات کا سامنا ہے کیونکہ زمین کے حصول کے لیے مینگروز کو تباہ کیا جارہا ہے۔ مظاہرین نے سندھ حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ماہی گیری سے متعلق پالیسی مرتب کرکے اس کا نفاذ کرے۔ (ڈان، 18 نومبر، صفحہ 19)

8 دسمبر: ماہی گیروں کی بڑی تعداد نے سہون میں منچھر جھیل پر قابض جاگیرداروں اور بااثر سیاسی افراد کے خلاف احتجاجی ریلی نکالی۔ ماہی گیروں کا کہنا تھا کہ ان سے مچھلی کے شکار کا صدیوں پرانا حق چھینا جارہا ہے اور اگر یہ صورتحال برقرار رہی تو وہ وزیر اعلی ہاوس کراچی کے باہر احتجاج کریں گے۔ ماہی گیروں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم کے مطابق جاگیرداروں اور بااثر سیاسی افراد نے جھیل پر مسلح افراد تعینات کیے ہوئے ہیں جو ماہی گیروں کو مچھلی اور پرندوں کے شکار اور ماہی گیر کشتیوں کو آگے بڑھنے سے روک رہے ہیں۔ (ڈان، 9 دسمبر، صفحہ 19)

16 دسمبر: کراچی کے علاقے نیٹی جیٹی پر بابا اور بھٹ جزیرے کے ماہی گیروں اور کشتی مالکان نے جمع ہوکر ماہی گیروں کے یومیہ بنیادوں پر درپیش مسائل کو اجاگر کیا۔ بھٹ جزیرے کے ایک ماہی گیر کے مطابق کراچی پورٹ ٹرسٹ (KPT) ان کے مصائب کا ذمہ دار ہے اور ان کے ذریعہ معاش میں ایک رکاوٹ ہے جو سمندر کے ساتھ بندرگاہ اور دفاتر تعمیر کررہا ہے جس سے ان کا روزگار بری طرح سے متاثر ہورہا ہے۔ اس کے علاوہ ماہی گیروں میں سے کسی ایک کے پاس بھی شناختی کارڈ نہ ہو تو کشتی کو واپس ساحل پر بھیج دیا جاتا ہے۔ (ڈان، 17 دسمبر، صفحہ 19)

27 دسمبر: جیوانی کے ساحلی علاقوں میں سندھ سے تعلق رکھنے والے مچھلی پکڑنے والے ٹرالرز کی جانب سے

مچھلی کے شکار کے خلاف احتجاج کے طور جیوانی میں مکمل طور پر ہڑتال کی گئی۔ ماہی گیروں نے محکمہ ماہی گیری دفتر کے باہر دھرنا دیا اور احتجاج کیا۔ مظاہرین نے گوادر شہر میں بھی احتجاج کیا اور الزام عائد کیا ہے کہ مقامی حکام ٹرالر مالکان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور کوئی کارروائی نہیں کر رہے۔ (ڈان، 28 دسمبر، صفحہ 5)

XII۔ بیرونی امداد

عالمی بینک

12 نومبر: ایک خبر کے مطابق عالمی بینک حکومت سندھ کو صوبے میں غذائی کمی اور بچوں میں نشونما میں کمی جیسے مسائل سے نمٹنے کے لیے مدد فراہم کرے گا۔ عالمی بینک صوبے میں غذائی کمی کی شرح کو کم کرنے کے لیے اقدامات کرنے کے لیے 63 ملین ڈالر فراہم کرے گا۔ منصوبے کے تحت ان اضلاع میں کام کیا جائے گا جہاں بچوں میں نشونما میں کمی کی شرح 30 فیصد ہے۔ (ڈان، 13 نومبر، صفحہ 3)

ایشیائی ترقیاتی بینک

31 اکتوبر: اے ڈی بی نے پاکستان کے سب سے بڑے ہوائی توانائی منصوبے کے لیے 75 ملین ڈالر قرض کی منظوری دے دی ہے۔ 50 میگاواٹ کا جھمپیر میں قائم ہونے والا یہ منصوبہ مارچ 2018 میں مکمل ہوگا۔ اے ڈی بی کا کہنا ہے کہ پاکستان میں توانائی کی قلت معاشی بڑھوتری کو شدید متاثر کر رہی ہے۔ یہ منصوبہ روزگار پیدا کرنے کی وجہ سے غربت میں کمی کا سبب بنے گا۔ (ڈان، 1 نومبر، صفحہ 10)

آسٹریلین امداد

19 دسمبر: پاکستان میں استحکام و خوشحالی اور غربت میں کمی کے لیے پاکستان اور آسٹریلیا نے ایک دس سالہ شراکتی پروگرام پر دستخط کیے ہیں جس کے پہلے مرحلے میں آسٹریلیا کی حکومت 17-2016 میں پاکستان کو 47 ملین آسٹریلوی ڈالر ترقیاتی امداد فراہم کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ آسٹریلیا کی حکومت پانی، خوراک اور توانائی

کے مسائل سے نمٹنے میں بھی پاکستان کی مدد کرے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 دسمبر، صفحہ 11)

XIII۔ پالیسی

بین الاقوامی معاہدے

- سندھ طاس معاہدہ پاک بھارت تنازعہ

2 اکتوبر: امریکہ نے پاکستان اور بھارت پر زور دیا ہے کہ دونوں ممالک سندھ طاس معاہدے کی پاسداری کریں جو گزشتہ پچاس سالوں سے پرامن باہمی تعاون کا ایک نمونہ ہے۔ گزشتہ ہفتے بھارتی وزیراعظم نریندر مودی نے سندھ طاس معاہدے کے حوالے سے ایک اجلاس منعقد کیا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ پاک بھارت آبی تنازعے کو خارجہ پالیسی میں بطور ہتھیار بھرپور طریقے سے استعمال کیا جائے گا۔ واشنگٹن میں سفارتی ذرائع کے مطابق دہلی میں ہونے والے اس اجلاس میں تین امور پر بحث ہوئی جن میں سندھ طاس معاہدے کا خاتمہ، متنازعہ ڈیم پر کام کا دوبارہ آغاز اور معاہدے کے مطابق سالانہ ہونے والے مزاکرات کا معطل کرنا بھی شامل ہے۔ ذرائع کے مطابق بھارت میں ان تجاویز پر بحث نے پاکستان کو یہ مسئلہ عالمی بینک کی سطح پر اٹھانے پر مجبور کردیا ہے۔ (ڈان، 3 اکتوبر، صفحہ 3)

6 اکتوبر: قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے امور خارجہ نے کہا ہے کہ بھارت کی جانب سے سندھ طاس معاہدہ ختم کرنے کی دھمکی کے بعد وزارت خارجہ اس حوالے سے سفارتکاری کا آغاز کرے۔ کمیٹی نے بھارت کی جانب سے معاہدہ منسوخ کرنے کی صورت میں جامع اور مفصل تحقیق پرمبنی ہنگامی منصوبہ بندی کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 7 اکتوبر، صفحہ 2)

14 اکتوبر: ایک بھارتی مضمون نگار کے مطابق دریاؤں کی تقسیم کے حوالے سے وضع کردہ بین الاقوامی قوانین بالائی علاقوں کو دریا کے محدود اور منصفانہ استعمال کا پابند کرتے ہیں اور دریا کے ساتھ ساتھ زیریں علاقوں کے

مفادات کا تحفظ بھی کرتے ہیں۔ ویانا کنونشن (1980) کا آرٹیکل 63 مختلف ممالک کے مابین ہونے والے معاہدوں کو جاری کسی بھی سفارتی کشیدگی سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ بھارت کا پاکستانی دریاؤں کا پانی روکنے کا اقدام نہ صرف سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی ہوگی بلکہ بین الاقوامی عدالت و قانون کی توہین اور عالمی اخلاقی اقدار کی بھی تذلیل ہوگی۔ (اے جی نورانی، ڈان، 15 اکتوبر، صفحہ 9)

23 اکتوبر: پاکستانی دریاؤں پر بھارت کی جانب سے تعمیر کیے جانے والے رتلے ڈیم اور کشن گنگا ڈیم کے نقشے میں تبدیلی کے لیے عالمی بینک میں دائر کردہ درخواست کا فیصلہ آئندہ چند روز میں متوقع ہے۔ پاکستان نے دونوں منصوبوں پر اعتراض اٹھایا ہے کہ ڈیموں کی تعمیر سے دریائے چناب اور دریائے نیلم کے بہاؤ پر منفی اثرات مرتب ہونگے۔ سندھ طاس معاہدہ کمشنر آصف بیگ کا کہنا ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان اعلیٰ سطح پر متعدد بے سود اور بے نتیجہ مزاکرات کے بعد پاکستان نے عالمی بینک سے رجوع کیا ہے۔ (ڈان، 24 اکتوبر، صفحہ 3)

7 نومبر: سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے پانی و بجلی نے 1960 کے سندھ طاس معاہدے پر نظرثانی اور معاہدے میں تبدیلی کے حوالے سے سفارشات کا جائزہ لینے کے لیے ایک ذیلی کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سینیٹر شیری رحمٰن نے اجلاس کے دوران کہا کہ بھارت پے در پے پاکستانی دریاؤں پر ڈیم بنا رہا ہے اس صورتحال میں ضروری ہے کہ پاکستان کی جانب سے بھارتی جواب کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ (ڈان، 8 نومبر، صفحہ 5)

11 نومبر: عالمی بینک نے پاکستانی درخواست پر بھارت کی جانب سے تعمیر کیے جانے والے کشن گنگا اور رتلے ڈیم کی تعمیر و نقشے سے متعلق تنازعہ کے حل کے لیے ثالثی عدالت کی تشکیل کے لیے تین نامور بین الاقوامی ماہرین کو تعینات کرکے کارروائی کا آغاز کردیا ہے جو سندھ طاس معاہدے کے مطابق تنازعہ کے حل کے لیے طریقہ کار کا تعین کریں گے۔ (ڈان، 12 نومبر، صفحہ 16)

16 دسمبر: وزیراعظم کے خصوصی مشیر طارق فاطمی نے کہا ہے کہ پاکستان سندھ طاس معاہدے میں کسی قسم کی

تبدیلی یا ترامیم قبول نہیں کرے گا۔ پاکستان کا موقف معاہدہ کے اصولوں پر مبنی ہے اور یہ لازم ہے کہ اس معاہدے پر اس کی روح کے مطابق عمل ہو۔ اس سے قبل بھارتی وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا تھا کہ تنازعہ کے حل کے لیے مزید وقت درکار ہے تاہم معاہدے کے کچھ تکنیکی معاملات پر نظرثانی کی ضرورت ہے جبکہ پاکستان کا کہنا ہے کہ بھارت معاہدے پر مذاکرات کو اپنے زیرتعمیر ڈیم منصوبوں کو مکمل کرنے کے لیے طول دے رہا ہے۔ (ڈان، 17 دسمبر، صفحہ 1)

24 دسمبر: وزیرخزانہ اسحاق ڈار نے عالمی بینک کے صدر کو ایک خط میں سندھ طاس معاہدے پر ثالثی عدالت مقرر کرنے کا عمل معطل کرنے پر پاکستانی ردعمل کا اظہار کیا ہے۔ وزیرخزانہ نے خط میں کہا ہے کہ عالمی بینک کا یہ عمل سندھ طاس معاہدے پر پاکستانی مفادات وحقوق پر بہت برے اثرات مرتب کرے گا۔ خط میں عالمی بینک پر معاہدہ کے تحت ذمہ داریاں پوری کرنے پر زور دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ معاہدے کی رو سے کوئی بھی فریق اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں تعطل پیدا نہیں کرسکتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 25 دسمبر، صفحہ 1)

26 دسمبر: عالمی بینک کے صدر جم یونگ کم نے وزیرخزانہ کی سندھ طاس معاہدے پر تنازعہ حل کرنے کی درخواست پر وزیرخزانہ اسحاق ڈار سے ملاقات کی ہے۔ وزیرخزانہ نے عالمی بینک کو ثالثی عدالت کا قیام یقینی بنانے کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کے لیے خط تحریر کیا تھا۔ (ڈان، 27 دسمبر، صفحہ 1)

30 دسمبر: امریکی سیکرٹری اسٹیٹ جان کیری نے وزیرخزانہ اسحاق ڈار کو بذریعہ ٹیلی فون آگاہ کیا ہے کہ امریکہ بھارت اور پاکستان کے درمیان جاری آبی تنازعہ کا دوستانہ حل دیکھنے کا خواہشمند ہے۔ اس سے پہلے عالمی بینک کے صدر نے جان کیری کو سندھ طاس معاہدے کے حوالے سے پاکستانی تحفظات سے آگاہ کیا تھا۔ وزارت کی جانب سے جاری کردہ پریس ریلیز میں مزید کہا گیا ہے کہ یہ عالمی معاہدہ ہے اور عالمی بینک کی ذمہ داری ہے کہ وہ یقینی بنائے کہ بھارت معاہدے کی پاسداری کرے۔ (ڈان، 31 دسمبر، صفحہ 16)

پیداوار

23 اکتوبر: محکمہ زراعت پنجاب نے صوبے بھر پیداوار بڑھانے کے لیے زمین کی جانچ اور کھاد کے متوازن استعمال کے لیے منصوبہ بندی کی ہے۔ اس منصوبے کے تحت کسانوں میں زمین کی جانچ کرنے والے آلے فراہم کیے جائیں گے۔ حکام کا کہنا ہے کہ کسانوں کی جدید تقاضوں سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے خصوصی اقدامات کیے جائیں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 24 اکتوبر، صفحہ 5)

2 دسمبر: ملک میں سویابین کی اضافی پیداوار کے لیے یو اے ایف اور بین الاقوامی بیج کمپنی مونسانٹو مختلف ماحولیاتی نظام کے لیے موزوں سویابین کے جینیاتی وسائل (stress-tolerant germplasm) تیار کرنے کے لیے مشترکہ طور پر کام کریں گے۔ مونسانٹو کے اعلی حکام سے ملاقات کے موقع پر زرعی یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے کہا کہ پاکستان اربوں روپے کا خوردنی تیل درآمد کرتا ہے۔ ملکی زرعی نظام میں سویابین کی فصل کے لیے شاندار مواقع موجود ہیں۔ اگر تیل والے بیجوں کی کاشت کو فروغ دیا جائے تو ملک نہ صرف اپنی ضروریات پوری کرسکتا ہے بلکہ سویابین برآمد بھی کرسکتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 3 دسمبر، صفحہ 8)

تحقیق و ٹیکنالوجی

8 ستمبر: UAF (یو اے ایف) اور یو ایس پاکستان سینٹر فار ایڈوانس اسٹڈیز (USPCAS) کے اشتراک سے منعقد کیے گئے ایک اجلاس میں سیکرٹری زراعت پنجاب محمد محمود نے کہا ہے کہ محققین زرعی شعبے کو منافع بخش بنانے اور اس شعبے میں درپیش مسائل کے حل کے لیے نئی پالیسیاں بنائیں۔ حکومت زرعی شعبے کے مسائل کے حل کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے لیکن اس کے علاوہ کسانوں میں جدید زرعی ٹیکنالوجی کی بنیاد پر آگہی فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 ستمبر، صفحہ 9)

22 ستمبر: پارک نے گھارو، سندھ میں گنے پر تحقیق کا ایک مرکز قائم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ادارے کے چیئرمین ڈاکٹر ندیم امجد کے مطابق نیا تحقیقی مرکز سرکاری نجی شراکت سے قائم کیا جائے گا۔ گنے پر تحقیق کا

یہ مرکز پیداوار میں اضافے اور گنے کے مختلف اقسام کی دریافت کے حوالے سے کام کرے گا۔ (ڈان، 23 ستمبر، صفحہ 11)

23 ستمبر: چین کے ایک وفد نے پارک کا دورہ کیا ہے۔ وفد نے بیج کے شعبے میں تعاون کے حوالے سے چیئرمین پارک ڈاکٹر ندیم امجد سے ملاقات کی اور منصوبوں میں چین کی معاونت کا یقین دلایا۔ (بزنس ریکارڈر، 24 ستمبر، صفحہ 19)

14 نومبر: ایک مضمون کے مطابق نیشنل ایگریکلچرل ریسرچ سینٹر (NARC) نے چاول کی کاشت کے لیے ایک نئی تکنیک متعارف کرائی ہے جس سے نہ صرف 35 فیصد پانی کی بچت ہوگی بلکہ چاول کی پیداواری لاگت میں کمی اور اس کی پیداوار میں 25 فیصد اضافہ بھی ہوگا۔ اس تکنیک سے کاشتکار وقت پر بوائی کرینگے اور 20 یا 25 دن پہلے کٹائی کرسکیں گے۔ نئی تکنیک میں چاول کی نرسریوں کی ضرورت نہیں رہے گی اور کسان براہ راست چاول کا بیج کاشت کرسکیں گے۔ (امین احمد، ڈان، 14 نومبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

17 نومبر: پارک نے سال 17-2016 کے لیے 1.2 بلین روپے لاگت کے 16 تحقیقی منصوبوں کی منظوری دے دی ہے۔ ڈائریکٹر جنرل NARC (نارک) محمد عظیم خان کے مطابق زرعی تحقیقی سہولیات کا دائرہ کار قبائلی علاقوں خصوصاً وزیرستان ایجنسی تک بڑھایا جارہا ہے۔ (ڈان، 18 نومبر، صفحہ 10)

5 دسمبر: ملک میں زرعی تحقیق کے اعلیٰ سطح کے ادارے سرکاری و نجی شراکت کے ذریعے بوائی سے کٹائی تک کے مراحل میں ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے حکمت عملی تیار کررہے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں بوائی سے کٹائی کے بعد کے مراحل میں نقصان کی شرح 12 فیصد ہے جبکہ پاکستان میں صرف پھلوں میں یہ شرح 25 فیصد ہے۔ اس وقت چار وفاقی اور چھ صوبائی ادارے اس حوالے سے انتظامی تکنیک پر تحقیق میں مصروف ہیں جن کی توجہ پیداوار کو خشک کرنے، اسے ذخیرہ کرنے، پیک کرنے اور اس کی معیار کے مطابق چھٹائی کرنے سے متعلق تکنیک پر مرکوز ہے۔ جن فصلوں کی پیداوار پر تحقیق کا عمل جاری ہے ان میں آم، کینو، سیب، خوبانی، کھجور اور

انگور بھی شامل ہیں۔ (امین احمد، ڈان، 5 دسمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

13 دسمبر: انٹرنیشنل سینٹر فار ایگریکلچرل ریسرچ ان دی ڈرائی ایریاز (ICARDA) کے پاکستان میں منیجر ڈاکٹر عبدالمجید نے اسلام آباد میں امریکی سفارت خانے میں اپنی تین سالہ تحقیقی نتائج پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ زرعی سائنسدان کپاس کی فصل کو پتہ مروڑ بیماری سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک ایسی ٹیکنالوجی پر کام کررہے ہیں جس میں کپاس اور گندم بیک وقت ایک ہی کھیت میں کاشت کی جاسکے۔ یہ ٹیکنالوجی کامیاب ثابت ہوچکی ہے لیکن اسے استعمال کرنے کے لیے اور اس کے لیے موزوں مشینری تیار کرنے کے لیے مزید دو سال درکار ہیں۔ یہ تحقیق امریکی محکمہ زراعت (USDA) کی کپاس کی پیداوار بڑھانے کے 4.5 ملین ڈالر منصوبے کا حصہ ہے۔ (ڈان، 14 دسمبر، صفحہ 11)

17 دسمبر: PARC (پارک) نے زرعی ترقی کے لیے تحقیقی پروگرام ریسرچ فار ایگریکلچر ڈیولپمنٹ پروگرام (RADP) کے تحت بلوچستان کے 89 چھوٹے کاشتکاروں کو تربیت فراہم کی ہے۔ پروگرام کا مقصد فصلوں، باغبانی اور مویشیوں سے متعلق سائنسی معلومات، مشینری کے استعمال اور آبی وسائل کے انتظام سے متعلق آگاہی فراہم کرنا اور کسانوں کی صلاحیتوں میں اضافہ کرنا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 دسمبر، صفحہ 11)

نیولبرل پالیسی

- نجکاری

12 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق سی سی پی کی جانب سے گوشت کے شعبے میں کی جانی والی تحقیق میں سفارش کی گئی ہے کہ حکومت مذبح خانوں کے موثر انتظام کے لیے نجی شراکت کو فروغ دے تاکہ صارفین کے لیے معیاری گوشت کی فراہمی یقینی بنائی جاسکے۔ سی سی پی نے گوشت کے معیار اور قیمتوں میں توازن کے لیے حکومت کی کم جانور برآمد کرنے کی پالیسی کی بھی توثیق کی ہے۔ (اشفاق بخاری، ڈان، 12 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- ڈی ریگولیشن

13 اکتوبر: وفاقی وزارت صنعت و پیداوار نے گنے کی قیمت مقرر کرنے کے سرکاری اختیار کے خاتمے (ڈی ریگولیشن) پر بات چیت کے لیے اسلام آباد میں تمام صوبوں کا اجلاس طلب کیا ہے۔ اس اجلاس میں ECC (ای سی سی) کی جانب سے 7 دسمبر کو کیے گئے ڈی ریگولیشن کے فیصلے پر بھیجی جانے والی سفارشات کو حتمی شکل دی جائے گی۔ پی کے آئی کے مرکزی صدر خالد احمد کھوکر نے کہا ہے کہ گنے کی قیمت کی ڈی ریگولیشن کے نتیجے میں کاشتکاروں کا استحصال ہوگا اور مل مالکان اپنی مرضی کی قیمت مقرر کرینگے۔ پی کے آئی نے حکومت کو تنبیہ کی ہے کہ اگر اجلاس میں گنے کی قیمت کی ڈی ریگولیشن کا فیصلہ کیا گیا تو وہ اس فیصلے کے خلاف ملک بھر میں احتجاج کریں گے اور اہم شاہرائیں بند کریں گے۔ (ڈان، 14 اکتوبر، صفحہ 10)

ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں

ا۔ زرعی پیداواری وسائل

زمین

8 نومبر: بھارتی ریاستیں صنعتی ترقی کی رفتار میں اضافے کے لیے زمین حاصل کرنے کے قوانین کی خلاف ورزی کرکے لینڈ پولنگ (land pooling) کررہی ہیں۔ لینڈ پولنگ کا یہ عمل کم رقبے کی زمینوں کو مجموعی طور پر ایک بڑے رقبے میں تبدیل کرنا ممکن بناتا ہے جس کے بعد زمین کے مالک کو زمین پر ضروری ترقیاتی کاموں کے بعد زمین میں سے حصہ واپس دے دیا جاتا ہے جبکہ بقیہ زمین ریاست اپنے استعمال کے لیے رکھ لیتی ہے۔ یہ عمل زمین کے حصول کے وفاقی قانون 2013 سے مختلف ہے جس میں زمین حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تمام فریقین میں اتفاق ہو، آبادی پر سماجی اثرات کا جائزہ لیا جائے اور جو لوگ بیدخل ہوں ان کو پھر سے آباد کیا جائے اور زمین کی قیمت منڈی کی قیمت سے چار گنا زیادہ دی جائے۔ ریاست آندھرا پردیش میں ملک کی سب سے بڑی لینڈ پولنگ کا عمل جاری ہے جہاں 38,000 ایکڑ پر نیا ریاستی دارالحکومت تعمیر کیا جارہا ہے۔ اس منصوبے کے اجراء سے اب تک 35,000 ایکڑ زمین کا معاہدہ ہوچکا ہے لیکن اس میں زیادہ تر زمین امیر زمینداروں کی ہے جن کے غریب کرایہ دار (tenant) کسان زمین کے حصول کے وفاقی قانون 2013 کے مطابق بغیر کسی زرتلافی کے بیدخل کیے جارہے ہیں۔ (رینا چندرا، ڈان، 8 نومبر، صفحہ 13)

- جنگلات

28 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق امریکہ میں کل 751 ملین ایکڑ سے زائد جنگلات کی زمین میں سے نصف زمین خاندانوں کی نجی ملکیت میں ہے۔ ماحولیاتی گروہوں کا کہنا ہے کہ یہ خاندانی جنگلات موسمی تبدیلی کے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لیے اب تک غیر استعمال شدہ بڑے وسائل ہیں۔ درختوں کو محفوظ کرنا اور ان سے منافع کمانا دونوں باتیں بظاہر متضاد ہوسکتی ہیں کیونکہ کاربن جمع کرنے والے یعنی جنگلات کو بطور کاربن کریڈٹ

آلودگی کا اخراج کرنے والوں کو عالمی منڈی میں فروخت کیا جاسکتا ہے۔ دنیا بھر میں بڑے بڑے جنگلات کا پہلے ہی اقوام متحدہ کے کاربن اخراج کو کم کرنے والے منصوبے (REDD) کے ذریعے کاربن جمع کرنے والے (کاربن اسٹورز) کے طور پر اندراج کرلیا گیا ہے۔ یہ پروگرام دنیا بھر میں کریڈٹ کے بدلے جنگلات کے تحفظ کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جسے عالمی کاربن منڈی میں فروخت کیا جاسکتا ہے۔ (اریکا گوڈی، 28 ستمبر، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، صفحہ 13)

پانی

9 ستمبر: بھارتی ریاست کرناٹکا کے شہر بنگلور میں ہزاروں افراد نے پانی کی قلت اور سپریم کورٹ کی جانب سے پڑوسی ریاست تامل ناڈو کو پانی فراہم کرنے کے فیصلے کے خلاف ہڑتال اور احتجاج کیا۔ سپریم کورٹ کے فیصلے میں ریاست کرناٹکا کو اپنے آبی ذخائر سے ہزاروں گیلن پانی پڑوسی ریاست تامل ناڈو کو فراہم کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس سے قبل نئی دہلی اور ریاست ہریانہ کے درمیان بھی پانی کی ترسیل سے متعلق تناؤ دیکھا گیا تھا اور بھارتی حکومت کو دہلی کو پانی ترسیل کرنے والی نہر کی حفاظت کے لیے نیم فوجی دستے تعینات کرنے پڑے تھے۔ (بزنس ریکارڈر، 10 ستمبر، صفحہ 15)

10 نومبر: بھارتی سپریم کورٹ نے پنجاب حکومت کو دریا کا پانی پڑوسی ریاست ہریانہ کے ساتھ بانٹنے کا حکم دیا ہے۔ عدالت نے یہ فیصلہ پنجاب کا دو دریاؤں کو منسلک کرنے کے لیے 214 کلومیٹر طویل نہر کی تعمیر کا باہمی معاہدہ یکطرفہ طور پر ختم کرنے کے خلاف دیا ہے۔ بھارتی سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے بعد ریاست پنجاب کے متعدد اراکین اسمبلی نے احتجاجاً استعفیٰ دے دیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 نومبر، صفحہ 8)

II۔ زرعی مداخل

صنعتی طریقہ زراعت

بیج

- جینیاتی بیج

3 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق امریکی صدر بارک اوبامہ نے غذائی اشیاء پر لیبل لگانے کے حوالے سے ایک کمزدور قانون پر دستخط کردیے ہیں۔ قانون کے مطابق محکمہ زراعت یہ تعین کرے گا کہ خوراک کن جینیاتی غذائی اجزا پر مشتمل ہے اور اس معلومات کی بنیاد پر خوراک تیار کرنے والے تیار کردہ خوراک پر چسپاں لیبل پر ان اجزا کو تحریر کریں گے جن سے خوراک بنی ہے۔ بظاہر لگتا ہے کہ یہ حکومت اور صنعتوں کے درمیان ایک طریقہ کار ہے صارفین کے جاننے کے حق سے محروم کرنے کا۔ اپنی خوراک کے بارے میں اب ایسا بہت کچھ ہے جو ہم جان سکتے ہیں، ہماری خریدی گئی خوراک سے متعلق کچھ اور سوالات بھی ہیں جیسے کہ غذائی اجزاء کہاں سے آتے ہیں، کونسی کیمیائی اشیاء اور جراثیم کش ادویات استعمال ہوئی ہیں، کیا مویشیوں کو اینٹی بائیوٹک لگائی گئی ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ بائیوٹیکنالوجی بیج کی افزائش کرنے والی کمپنیوں کو یہ اختیار دیتی ہے کہ فصلوں کی پیداوار اور مخصوص خصوصیات کے حصول کے لیے بیج کے جینیاتی مواد میں تبدیلی کریں یا ان کا باہمی ملاپ کریں مثلاً مختلف بیماریوں اور کیڑوں کے خلاف مزاحمت پیدا کریں۔ کپاس، مکئی اور سویا بین کی 90 فیصد سے زیادہ پیداوار جینیاتی بیجوں سے حاصل کی جاتی ہے۔ (مارک بٹ مین، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 3 ستمبر، صفحہ 7)

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء

غذائی فصلیں

18 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق FAO (ایف اے او) کے اندازے کے مطابق رواں سال دنیا بھر میں اناج کی پیداوار میں گزشتہ سال کے مقابلے 2.1 فیصد اضافہ ہوگا۔ ایشیاء میں موافق موسمی حالات کی وجہ سے اس سال چاول کی پیداوار بھی 496 ملین ٹن متوقع ہے اور چاول کی پرکشش قیمت کی وجہ سے مزید امریکی

کاشت کار اس کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ ادارے نے گندم کی 741 ملین ٹن پیداوار کا اندازہ لگایا ہے۔ (ڈان، 19 ستمبر، صفحہ 4)

نقد آور فصلیں

- کپاس

24 ستمبر: ایک خبر کے مطابق چین میں سال 17-2016 میں کپاس کے پیداواری علاقے بشمول سنکیانگ میں مناسب موسمی حالات کی بدولت کپاس کی پیداوار پہلے سے لگائے گئے اندازوں سے زیادہ ہوگی۔ ستمبر 2017 میں ختم ہونے والے کپاس کے موسم میں پیداوار 4.91 ملین ٹن متوقع ہے۔ چین میں کپاس کی پیداوار مسلسل چوتھے سال کمی کا شکار ہے اور مجموعی طور پر اس سال کپاس کی بوائی کا رقبہ 14 فیصد کم ہوا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 25 ستمبر، صفحہ 15)

- چاول

1 نومبر: تھائی لینڈ کی حکومت نے چاول کے کاشتکاروں کو عالمی قیمت میں کمی کے اثرات سے بچانے کے لیے 550 ملین ڈالر زرتلافی دینے کا اعلان کیا ہے۔ دو ملین کسان زرتلافی حاصل کرنے کے اہل ہونگے جنہیں 371 ڈالر فی ٹن یا ان کی پیداوار کے معیار کے مطابق ادا کیے جائیں گے۔ چاول تھائی لینڈ کی بنیادی غذائی اور برآمدی فصل ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 2 نومبر، صفحہ 12)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

مال مویشی

- ڈیری

2 نومبر: ایک مضمون کے مطابق یورپی یونین اور کینیڈا کے درمیان ہونے والے نئے آزاد تجارتی معاہدے

سے دونوں اطراف کے ڈیری کسان سب سے زیادہ پریشان ہیں۔ خصوصاً کینیڈا کے کسان فکرمند ہیں کیونکہ ان کا کاروبار اب تک بہت اچھا جارہا ہے اور انہیں کم از کم خوشحالی کی ضمانت حاصل ہے جیسے کہ دودھ کی پیداوار کوٹہ سسٹم کے ذریعے اختیار (کنٹرول) میں رکھی جاتی ہے، دودھ فروخت اور ترسیل کرنے والے ادارے (مارکیٹنگ بورڈز) قیمت زیادہ اور متوازن رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ دودھ سے بنی اشیاء کی درآمد پر عائد 300 فیصد محصول کینڈا کے کسانوں کو غیر ملکی کمپنیوں سے مسابقت سے محفوظ رکھتا ہے لیکن اس تجارتی معاہدے کے بعد کینیڈا میں بغیر محصول ڈیری مصنوعات درآمد کی جاسکیں گی۔ کسان فکرمند ہیں کہ اس معاہدے سے ان تمام حفاظتی اقدامات کو دھچکہ لگے گا جن کی وجہ سے کسان اب تک خوشحال ہیں۔ (آئن آسٹن، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 2 نومبر، صفحہ 3)

مرغبانی

6 ستمبر: چینی حکومت کی جانب سے ملک میں مرغی کی صنعت کو پہلی بار جاری کی گئیں سفارشات میں کہا گیا ہے کہ ضروری ہے کہ ذبح سے کچھ گھنٹوں پہلے مرغیاں پرسکون ماحول میں (اسٹریس فری) ہوں۔ چین کا صوبہ شنڈونگ (Shandong) ملک میں سب سے زیادہ مرغیوں کی افزائش کرتا ہے لیکن مرغیوں کے اعضاء ٹوٹ جانے، ان کے گوشت میں خون جم جانے جیسے واقعات اس کی برآمد متاثر کرتے ہیں۔ جانوروں کے حقوق کے لیے سرگرم برطانوی ادارے، جو صنعتی بنیاد پر مرغبانی کے خاتمے کے لیے مہم چلارہا ہے، کے چین میں نمائندے جیف زوہو (Jeff Zhou) کا کہنا ہے کہ وہ بہت شکرگزار ہیں کہ شنڈونگ میں یہ قدم اٹھایا گیا۔ چین دنیا میں امریکہ کے بعد دوسرا بڑا مرغیوں کی پیداوار کرنے والا ملک ہے جبکہ برآمدات میں پانچویں نمبر پر ہے۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 7 ستمبر، صفحہ 5)

V۔ تجارت

درآمدات

- مکئی

15 اکتوبر: برازیل کی مرغبانی کی صنعت کا کہنا ہے کہ وہ کم مدت پر مشتمل معاہدوں کے ذریعے امریکی مکئی خریدنے کا ارادہ نہیں رکھتے باوجود اس کے کہ حکومت نے مقامی منڈی میں مکئی کی کمی پوری کرنے کے لیے تین اقسام کی امریکی جینیاتی مکئی درآمد کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ گزشتہ کئی مہینوں سے مقامی منڈی میں مکئی کی کم ترسیل کی وجہ سے مرغبانی کی صنعت کو گوشت کی پیداوار میں 15 فیصد کمی کا سامنا تھا۔ صنعت نے امریکی جینیاتی مکئی کی درآمد پر پابندی کی وجہ سے ارجنٹائن سے مکئی کی درآمد کا آغاز کردیا ہے۔ تاہم یہ پابندی ہٹائے جانے کے باوجود اب درآمد کنندگان ارجنٹائن سے ہی طویل المدت معاہدوں کے تحت مکئی درآمد کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 16 اکتوبر، صفحہ 13)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

غذائی کمپنیاں

29 ستمبر: چین میں بچوں کا خشک دودھ بنانے والی تیسری بڑی کمپنی سائی نیوٹرا (Synutra) نے فرانس میں اپنے کارخانے کا آغاز کردیا ہے۔ یہ کارخانہ چین کی خشک دودھ کی ابھرتی ہوئی منڈی کو سالانہ 100,000 ٹن خشک دودھ فراہم کرے گا جو بچوں کے دودھ کی مقامی پیداوار پر بھروسہ نہیں کرتی۔ 2008 سے چین میں یہ شعبہ حفظان صحت کے حوالے سے تنقید کی زد میں ہے اور صارفین چین میں تیار کردہ بچوں کا دودھ نہیں خریدنا چاہتے۔ کمپنی کا کہنا ہے کہ خشک دودھ کے شعبے میں یہ چین کی بیرون ملک اب تک کی سب سے بڑی سرمایہ کاری ہے۔ چین گزشتہ 25 سالوں سے خشک دودھ درآمد کرنے والا اہم ترین ملک رہا ہے اور اب اس طرح کی مصنوعات کا دنیا کا سب سے بڑا درآمد کنندہ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 30 ستمبر، صفحہ 16)

VII۔ ماحول

زمین

- جنگلی حیات

29 ستمبر: اقوامِ متحدہ نے معدومیت کے خطرے سے دوچار ممالیہ پنگولین (pangolin) کی عالمی تجارت پر پابندی عائد کر دی ہے۔ اقوام متحدہ کے کنونشن آن انٹرنیشنل ٹریڈ ان اینڈ ینجرڈ اسپیشیز (CITES) نے پینگولین کی آٹھ اقسام کو ادارے کی پہلی فہرست (Appendix I) میں شامل کر دیا ہے۔ اس فہرست میں شامل جانوروں کی یا ان کے جسم کے کسی بھی حصوں کی تجارتی مقاصد کے لیے درآمد یا برآمد پر پابندی ہے۔ کنونشن کے مطابق پنگولین کی تمام آٹھ اقسام جن میں 12 سے 39 انچ لمبے پنگولین شامل ہیں ہمیشہ کے لیے ختم ہو جانے کے خطرے سے دوچار ہیں۔ (ڈان، 29 ستمبر، صفحہ 15)

پانی

- آلودگی

4 ستمبر: اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق افریقہ، ایشیا اور لاطینی امریکہ میں دریاؤں میں بڑھتی ہوئی آلودگی سے 300 ملین سے زائد افراد کی صحت، ماہی گیری اور زراعت کے شعبوں کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ پہلے ہی ہر سال تقریباً 3.4 ملین افراد آلودہ پانی سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق افریقہ میں 164 ملین، ایشیا میں 134 ملین اور لاطینی امریکہ میں 25 ملین افراد آلودہ پانی سے ہونے والی بیماریوں کے خطرے سے دوچار ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 5 ستمبر، صفحہ 13)

فضاء

- آلودگی

28 ستمبر: عالمی ادارہ صحت (WHO) کے مطابق عالمی سطح پر ہر دس میں سے نو افراد آلودہ ہوا میں سانس لے

رہے ہیں۔ ادارے نے ماحولیاتی آلودگی کے خلاف اقدامات پر زور دیا ہے جو دنیا میں ہر سال چھ ملین اموات کی ذمہ دار ہے۔ آلودگی کے حوالے سے شہروں میں صورتحال بدتر ہے لیکن دیہی علاقوں میں بھی عام سوچ کے برعکس صورتحال خراب ہے۔ غریب ممالک میں امیر ممالک کے مقابلے فضاء کہیں زیادہ آلودہ ہے۔ دنیا بھر میں عوامی صحت کو اس وقت ہنگامی صورتحال کا سامنا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 28 ستمبر، صفحہ 6)

5 نومبر: دہلی، بھارت میں بدترین آلودگی کو کم کرنے کے لیے شہری انتظامیہ نے نجی گاڑیوں پر دو ہفتے کے لیے پابندی عائد کی اور شہر میں مختلف تہواروں پر آتش بازی کو کم کرنے کے لیے مہم کا آغاز کیا۔ ان اقدامات کے باوجود بھارت نے ایک اہم ترین کام کی سنجیدگی سے کوشش نہیں کی یعنی لاکھوں کسانوں کی جانب سے ہریانہ اور پنجاب میں چاول کی فصل کی باقیات کو آگ لگانے کے خلاف روک تھام کرتی حالانکہ بھارتی ماحولیاتی عدالت نیشنل گرین ٹریبونل نے حکومت کو واضح طور پر کسانوں کی جانب سے چاول اور گندم کی کٹائی کے بعد کھیتوں سے آگ لگانے کے عمل سے روکنے کی ہدایت کی تھی۔ کسان اب بھی فصلوں کی باقیات کو جلا رہے ہیں، اندازے کے مطابق جلائے جانے والا بھوسہ 32 ملین ٹن ہے۔ (گیتا آنند، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 5 نومبر، صفحہ 1)

1 نومبر: UNICEF (یونیسف) کی ایک رپورٹ کے مطابق 300 ملین بچے مضر صحت فضاء میں سانس لے رہے ہیں اور ان میں 220 ملین بچے جنوبی ایشیاء کے ان علاقوں میں رہتے ہیں جہاں فضاء WHO (ڈبلیو ایچ او) کے مقرر کردہ معیار سے چھ گنا زیادہ آلودہ ہے۔ ادارے نے بچوں کی نشونما خصوصا پھیپڑوں کی ابتدائی نشونما کے دوران آلودہ فضاء کو انتہائی خطرناک قرار دیا ہے۔ (گیتا آنند، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 1 نومبر، صفحہ 4)

18 نومبر: ایران کا دارالحکومت تہران غیر معمولی زہریلی دھند کی لپیٹ میں ہے جس کی وجہ سے شہری گھروں پر رہنے پر مجبور ہیں اور گزشتہ دو دن سے شہر میں اسکول بھی بند ہیں۔ ایرانی وزارت صحت نے شہریوں کو دھند کے اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے گھروں پر رہنے، دودھ اور تازہ سبزیوں کے استعمال کا مشورہ دیا ہے۔

شہری کونسل کے رکن کے مطابق حالیہ دنوں میں آلودگی سے 412 افراد ہلاک ہو چکے ہیں اور اسپتال سینے کے امراض کے مریضوں سے بھرے پڑے ہیں۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 17 نومبر، صفحہ 12)

24 نومبر: ایک خبر کے مطابق رواں ماہ کے ابتدائی ایام میں بھارتی دارالحکومت دہلی کو اپنی لپیٹ میں لینے والی شدید دھند کی وجہ سے شہریوں خصوصاً بچوں کو سانس لینے میں انتہائی دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ فضاء میں موجود ذرات کے اثرات سے گھروں میں بھی بچاؤ ممکن نہیں تھا۔ شدید دھند نے صحت و معمولات زندگی کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ شہر کی فضاء مقررہ معیار سے 16 گنا زیادہ آلودہ ہونے کی وجہ سے اسکولوں کی تین دن تعطیلات کا اعلان کیا گیا۔ ڈبلیو ایچ او کے مطابق بھارت میں آلودہ فضاء سے شرح اموات، امراض قلب اور فالج میں اضافہ ہو رہا ہے۔ (ایلن بیری، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 24 نومبر، صفحہ 1)

20 دسمبر: چین کے شمال مشرقی حصے میں مسلسل پانچ دنوں سے شدید دھند کا راج ہے۔ حد نگاہ انتہائی کم ہونے سے سینکڑوں پروازیں منسوخ اور نقل و حمل کا نظام مفلوج ہوگیا ہے۔ 20 سے زائد شہروں میں ہنگامی حالت نافذ ہے۔ دھند میں کمی کے لیے حکام نے متاثرہ علاقوں میں تعمیراتی کام بند اور گاڑیوں کی نقل و حمل محدود کردی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 21 دسمبر، صفحہ 8)

25 دسمبر: چین کی پارلیمان نے ملک میں پہلی بار آلودگی پر قابو پانے کے لیے صنعتوں پر جنوری 2018 سے مخصوص ماحولیاتی محصول عائد کرنے کے قانون کی منظوری دیدی ہے۔ چینی حکام کا کہنا ہے کہ اس محصول کا مقصد کاربن اخراج کم کرنے کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ صنعتیں جتنا اخراج کریں گی انہیں اتنا ہی محصول ادا کرنا ہوگا جو کم اخراج کرے گا اسے کم ادائیگی کرنی پڑے گی۔ چین میں زمین، پانی اور فضائی آلودگی پر قابو پانے کی حکومتی کوششوں میں ناکامی پر عوام میں شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ (ڈان، 26 دسمبر، صفحہ 12)

VIII۔ موسمی تبدیلی

3 ستمبر: چین اور امریکہ نے موسمی تبدیلی کے حوالے سے ہونے والے پیرس معاہدے کی چین میں ایک تقریب میں باضابطہ طور پر توثیق کردی ہے۔ دنیا کے سب سے زیادہ آلودگی پیدا کرنے والے ممالک کا یہ قدم دیگر 180 ممالک کے لیے اہمیت کا حامل ہے۔ معاہدے کی اب تک صرف 24 ممالک نے توثیق کی ہے۔ دنیا میں کاربن کے کل اخراج میں سے 40 فیصد اخراج کے ذمہ دار امریکہ اور چین ہیں۔ دونوں ممالک کے سربراہان نے معاہدے کی توثیق کے دستاویزات اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بان کی مون کو پیش کیے۔ (ڈان، 4 ستمبر، صفحہ 14)

11 ستمبر: محققین کا کہنا ہے کہ چین، تائیوان، جاپان اور جنوبی کوریا کو موسمی تبدیلی کے نتیجے میں شدید طوفانوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سائنسی جریدے نیچر جیو سائنس میں ماہرین کا کہنا ہے کہ گزشتہ 37 سالوں میں وسطی اور جنوب مشرقی ایشیا میں ٹکرانے والے طوفانوں کی شدت میں 12 سے 15 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ (12 ستمبر، بزنس ریکارڈر، صفحہ 11)

16 ستمبر: اقوام متحدہ کے حکام کے مطابق انہیں یقین ہے کے پیرس معاہدہ 2016 کے آخر میں نافذ ہوجائے گا۔ 20 ممالک نے اشارہ دیا ہے کہ وہ 21 ستمبر کو اس معاہدے میں شامل ہو جائیں گے۔ اس معاہدے کے نفاذ کے لیے ضروری ہے کہ 55 ممالک اس کی توثیق کریں جو کل اخراج کے کم از کم 55 فیصد کے ذمہ دار ہیں۔ اب تک اقوام متحدہ کو 27 ممالک سے توثیق موصول ہوگئی ہے جن کا عالمی اخراج 39 فیصد کے برابر ہے۔ (ڈان، 17 ستمبر، صفحہ 15)

16 ستمبر: اقوام متحدہ کی موسمیاتی تنظیم ورلڈ میٹیریولوجیکل آرگنائزیشن (WMO) نے پیشنگوئی کی ہے کہ سال 2016 گزشتہ 137 سالوں کا گرم ترین سال ثابت ہوگا۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ درجہ حرارت میں اضافے کے رجحان کی وجہ رکازی ایندھن کا استعمال ہے اور اس وقت غیر معمولی گرمی کے طویل ہوتے دورانیے کا سامنا

ہے جو ایک نیا معمول بن گیا ہے۔ (ڈان، 17 ستمبر، صفحہ 14)

22 ستمبر: پیرس معاہدے کی توثیق کے لیے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی اجلاس میں 20 سے زائد ممالک کے سربراہان نے معاہدے کی توثیق کے دستاویزات اقوام متحدہ کو پیش کردیے۔ تمام ممالک نے اس سال کے آخر تک معاہدے کو موثر بنانے کی یقین دہانی کروائی ہے۔ اب تک 60 ممالک اس معاہدے کی توثیق کرچکے ہیں جن کا کل اخراج 48 فیصد بنتا ہے۔ اس موقع پر اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل بان کی مون نے معاہدے کی توثیق کے حوالے سے کہا کہ جو پہلے ناممکن لگتا تھا اب ممکن نظر آرہا ہے۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 23 ستمبر، صفحہ 5)

24 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق اگر ایمازون کے جنگلات میں حیاتیاتی تنوع کا تحفظ یقینی بنائے جائے تو یہ چوتھے صنعتی انقلاب میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ برازیل کے سائنسدان کا اپنی تحقیق میں کہنا ہے کہ ایمازون کے پودے جراثیم کش ادویات اور دیگر کئی امراض کی ادویات کی تیاری میں انقلاب لاسکتے ہیں تاہم جنگلات کی کٹائی سے یہ علاقہ خشک زمین میں تبدیل ہوسکتا ہے۔ اگر ایمازون میں 40 فیصد جنگلات کا صفایا ہوگیا تو ان علاقوں کے میدانی عمل بننے کے بعد ہونے والے نقصانات ناقابل تلافی ہونگے۔ اب تک ایمازون کے تقریباً 20 فیصد جنگلات کاٹے جاچکے ہیں اور اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو ایمازون جنگل خشک میدان میں تبدیل ہو جائے گا۔ (کرس آرسنالٹ، بزنس ریکارڈر، 24 ستمبر، صفحہ ا، ویک اینڈ)

10 اکتوبر: ایک مضمون کے مطابق عالمی حدت میں کمی اور ماحولیاتی تحفظ کے لیے گزشتہ برس پیرس معاہدے میں 192 ممالک کی باہمی رضامندی سے ماحول دشمن اقدامات کے خاتمے کا عزم کیا گیا تھا۔ معاہدہ کے تحت تمام ارکان کو کاربن اخراج کو محدود کرنا ہوگا۔ تازہ ترین پیشرفت کے مطابق بھارت معاہدے کی توثیق کرکے وہ 63 واں ملک بن گیا ہے جو 51.89 فیصد کاربن اخراج کے ذمہ دار ہیں۔ یہ اعداد و شمار معاہدے کے نافذ العمل ہونے کے ہدف 55 فیصد کے قریب ہے۔ (شاہد جاوید برکی، دی ایکسپریس ٹریبیون، 10 اکتوبر، صفحہ 6)

3 نومبر: موسمی تبدیلی کے حوالے سے ہونے والے پیرس معاہدے کے تحت پیش کردہ اہداف کا جائزہ لینے کے لیے 196 ممالک کے سفارتکار مراکش میں اجلاس میں شرکت کرینگے۔ اجلاس میں کرۂ ارض کو محفوظ رکھنے کے لیے کیے گئے وعدوں کو عملی جامہ پہنانے پر بات چیت کی جائے گی۔ عالمی بینک کے صدر جم یونگ کم نے معاہدہ کو موسمی تبدیلی کے تناظر میں مستقبل کے لیے اہم قرار دیا ہے۔ ماحول دشمن گیسوں کا مسلسل اخراج دنیا کو خطرناک عالمی حدت کی طرف دھکیل رہا ہے۔ تاہم معاہدے سے ان گیسوں کے اخراج میں روک تھام کے ذریعے عالمی حدت پر قابو پانے میں مدد ملے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 4 نومبر، صفحہ 6)

4 نومبر: عالمی حدت کو قابو کرنے کے لیے عالمی سطح پر کیا گیا پیرس معاہدہ نفاذ کے عمل میں داخل ہوگیا ہے۔ اس موقع پر پیرس، مراکش، بیلجیم، بھارت اور برازیل میں عمارات کو سبز روشنی سے منور کیا گیا۔ اس معاہدے کے نفاذ کے لیے کم از کم 55 فیصد اخراج کے ذمہ دار 55 ممالک کی توثیق ضروری تھی تاہم 97 ممالک نے معاہدے کی توثیق کردی ہے جو 67.5 فیصد کاربن اخراج کے ذمہ دار ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 5 نومبر، صفحہ 6)

23 ستمبر: واشنگٹن میں اعلیٰ سطحی کانفرنس میں امریکہ سمیت 20 سے زائد ممالک نے موسمی تبدیلی اور آلودگی کے خطرے سے بچاؤ کے لیے 40 نئے محفوظ سمندری علاقوں (sanctuaries) کی تشکیل کے عمل میں شمولیت اختیار کی ہے۔ ان محفوظ علاقوں میں تجارتی ماہی گیری، تیل و گیس کی دریافت اور انسانی مداخلت کو محدود کیا جائے گا جو سمندری ماحول کے نقصان کی وجوہات ہیں۔ سمندری تحفظ کے حوالے سے منعقد کی جانے والی اس دو روزہ کانفرنس میں ممالک مجموعی طور پر 1.19 ملین مربع کلومیٹر رقبے پر محفوظ سمندری علاقوں کے قیام کا اعلان کریں گے (بزنس ریکارڈر، 24 ستمبر، صفحہ 3)

کاربن اخراج

27 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق امریکی صدر اوبامہ نے کاربن اخراج کے حوالے سے ایک منصوبے کلین پاور پلان کا اعلان کیا تھا جس کے تحت امریکہ میں سب سے زیادہ کاربن اخراج کے ذمہ دار بجلی گھروں سے کاربن

کے اخراج میں 2030 تک ایک تہائی کمی کرکے اس اخراج کو 2005 کی سطح تک لانا ہے۔ امریکی صدر اس حوالے سے درست سمت پر ہیں جیسا کہ انہوں نے کہا کہ یہ بجلی گھر امریکہ بھر کی گاڑیوں، ہوائی جہازوں اور گھریلو اخراج سے بھی زیادہ کاربن خارج کرتے ہیں اور دنیا بھر میں درجہ حرارت میں اضافے کی وجہ یہ ماحول دشمن گیسیں ہی ہیں۔ اندازوں کے عین مطابق یہ منصوبہ صنعتی گروہوں اور دو درجن سے زیادہ امریکی ریاستوں کی جانب سے قانونی پیچیدگیوں کی زد میں ہے۔ خصوصاً ان ریاستوں کی جانب سے جو کوئلے کی کان کنی پر انحصار کرتی ہیں۔ تاہم امریکی محکمہ تحفظ ماحولیات کے سابقہ سربراہوں نے اوبامہ کے اس منصوبے کی پرزور حمایت کی ہے۔ (ولیم ڈی ریکل شاز اور ولیم کے ریلی، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 27 ستمبر، صفحہ 6)

24 اکتوبر: اقوام متحدہ کے WMO (ڈبلیو ایم او) کے مطابق عالمی سطح پر فضاء میں کاربن کا اوسط ارتکاز پہلی بار ریکارڈ 400 ذرات فی ملین (ppm) پر پہنچ گیا ہے۔ یہ شرح صنعتی انقلاب سے پہلے کی شرح کے مقابلے 44 فیصد زیادہ ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ (CO_2) کی سطح میں اضافہ ہوتا رہے گا جب تک دنیا تیل کا استعمال روک کر درخت لگانا شروع نہیں کرتی۔ (ڈان، 25 اکتوبر، صفحہ 14)

5 نومبر: متحدہ عرب امارات میں فضاء سے CO_2 (سی او ٹو) جذب کرنے والے پہلے کارخانے کا باقاعدہ آغاز کردیا گیا ہے۔ یہ کارخانہ سالانہ 8 لاکھ ٹن سی او ٹو فضاء سے جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جس پر 120 ملین ڈالر لاگت آئی ہے۔ کاربن جذب کرنے والے اس طرح کے کارخانے سعودی عرب سمیت کئی ممالک میں قائم کیے جارہے ہیں۔ (ڈان، 6 نومبر، صفحہ 12)

6 نومبر: ایک جرمن ادارے (MPI) کی تحقیق کے مطابق ایک ٹن سی او ٹو تین مربع میٹر برف کو پگھلاتی ہے۔ مثلاً ایک گاڑی چار ہزار کلومیٹر سفر کرے تو اس سے ہونے والے اخراج سے قطب شمالی کے سمندر میں تین مربع میٹر برف پگھل جائے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 7 نومبر، صفحہ 13)

13 نومبر: گلوبل کلائمٹ رسک انڈیکس 2017 کی رپورٹ کے مطابق سال 2015 میں افریقہ کے دس

ممالک میں سے چار ممالک موسمی تبدیلی کی وجہ سے شدید موسمی حالات کا شکار ہوئے۔ دنیا بھر میں غریب ممالک موسمی تبدیلیوں کے نتیجے میں طوفانوں، خشک سالی، گرمی کی لہر اور سیلاب سے سب سے زیادہ متاثر ہورہے ہیں جن کی شدت اور دورانیہ بڑھتا جارہا ہے اور یہ تمام ممالک انسانوں کے ہاتھوں ہونے والی عالمی حدت کا شکار ہیں۔ موسمی تبدیلی سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے دس ممالک میں موزمبیق، ڈومینکن ریپبلک، ملاوی، بھارت، میانمار، گھانا اور مڈغاسکر بھی شامل ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 14 نومبر، صفحہ 13)

عالمی حدت

5 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق سائنسدانوں نے خبردار کیا ہے کہ بڑھتی ہوئی عالمی حدت کے نتیجے میں برف پگھلنے اور سمندری سطح میں اضافے کی وجہ سے امریکہ کے ساحلی علاقے بہت لمبے عرصے تک واضح نہیں رہ پائیں گے۔ سائنسدان پہلے ہی 2013 میں سطح سمندر میں تین فٹ بلندی کا امکان ظاہر کرچکے ہیں تاہم اب یہ خدشہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ یہ سطح سات سے آٹھ فٹ تک بلند ہوسکتی ہے جس سے بڑی تباہی کی صورت میں لاکھوں افراد متاثر ہوسکتے ہیں۔ (جسٹن گلیز، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 5 ستمبر، صفحہ 1)

22 ستمبر: آکسفورڈ، برطانیہ میں ایک کانفرنس میں دنیا کے ماہر سائنسدانوں نے کہا ہے کہ موسمی تبدیلی سے ہونے والے نقصانات سے بچاؤ کے لیے پیرس معاہدے میں مقرر کردہ اہداف کو حاصل کرنا ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہوگا۔ کچھ سائنسدانوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ درجہ حرارت میں کمی کا ہدف ہمیں ارضیاتی (جیولوجیکل) انجینئرنگ کی طرف دھکیلے گا بجائے اس کے کہ ہم کاربن کے اخراج میں واضح کمی کا ہدف حاصل کریں جو عالمی حدت میں اضافے کی بنیادی وجہ ہے۔ متبادل توانائی کے عروج کے باوجود اخراج میں اضافے کا سلسلہ جاری ہے۔ درجہ حرارت میں دو ڈگری سینٹی گریڈ کمی ہمارے بس سے باہر ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ ایسا کوئی راستہ نکال لیا جائے جس میں کاربن کو فضاء سے جذب کرکے زیر زمین دبا دیا جائے اور اسے کاربن کے اخراج میں کمی سمجھا جائے۔ (ڈان، 23 ستمبر، صفحہ 13)

18 نومبر: ایک مضمون کے مطابق انٹرنیشنل انرجی ایجنسی (IEA) پیرس معاہدے کے حوالے سے خبردار کیا ہے کہ یہ معاہدہ درجہ حرارت میں کمی کا ہدف حاصل کرنے کے لیے انتہائی کمزور ہے۔ معاہدے کے تحت کی جانے والی کوششوں کی مدد سے محض درجہ حرارت میں اضافہ کے عمل کو آہستہ کیا جاسکتا ہے۔ تاہم کاربن کے اخراج میں کمی کے تمام تر وعدوں کے باوجود عالمی درجہ حرات میں اکیسویں صدی کے اختتام تک 2.7 فیصد اضافے کا امکان ہے۔ ادارے نے قابل تجدید توانائی کے فروغ کو مثبت قدم قرار دیا ہے۔ (جان شیورٹز، انٹرنیشنل نیو یارک ٹائمز، 18 نومبر، صفحہ 3)

21 دسمبر: ایک مضمون کے مطابق آرٹک کا درجہ حرارت دنیا کے باقی تمام علاقوں کے مقابلے میں دگنی رفتار سے بڑھ رہا ہے۔ اب تک برف پگھلنے کی رفتار کے حوالے سے کی گئی پیشنگوئی کے برعکس زیادہ تیزی سے برف پگھلنے پر سائنسدان حیران ہیں۔ کولوراڈو، امریکہ میں برف اور برفباری کے اعداد وشمار اکھٹے کرنے والا ادارہ نیشنل سنو اینڈ آئس ڈیٹا سینٹر کے مطابق سال 2016 معمول کے مقابلے کہیں گرم رہا ہے۔ نومبر میں آرٹک میں برف کی تعداد میں ریکارڈ کمی ہوئی جب پانچ دنوں میں 19,000 مربع میل حصے پر برف پگھل گئی۔ (ایریکا گوڈی، انٹرنیشنل نیو یارک ٹائمز، 21 دسمبر، صفحہ 1)

IX۔ غربت اور غذائی کمی

غربت

2 اکتوبر: عالمی بینک کی غربت کے حوالے سے پیش کردہ ایک رپورٹ (Poverty and Shared Prosperity 2016) کے مطابق دنیا بھر میں انتہائی غربت مسلسل کم ہورہی ہے لیکن اقتصادی بڑھوتری کے فوائد کی غیر منصفانہ تقسیم 2030 تک غربت کے خاتمے کے ہدف کو مزید کئی برس آگے لے جاسکتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق عالمی سطح پر 767 ملین افراد خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں جو یومیہ 1.90 ڈالر کماتے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 3 اکتوبر، صفحہ 4)

20 اکتوبر: ایک مضمون کے مطابق ہر پانچ میں سے ایک امریکی بچہ غریب ہے۔ بچوں میں غربت کا یہ تناسب نیدرلینڈ اور ناروے کے مقابلے تین گنا زیادہ ہے۔ امریکہ غربت کے خاتمے کے لیے بہت پیسہ خرچ کرسکتا ہے لیکن نہیں کیا جاتا۔ ہیلری کلنٹن جن کے بارے میں اندازہ ہے کہ وہ امریکہ کی اگلی صدر ہونگی، بچوں میں غربت کے خاتمے کے لیے چائلڈ ٹیکس کریڈٹ 1,000 ڈالر سے 2,000 ڈالر کرنے اور اصلاحات کے ذریعے کم آمدنی والے مزید خاندانوں کو اس سے فائدہ پہنچانے کی تجویز دی ہے۔ ہیلری کلنٹن کی اس تجویز پر عمل کرکے 1.5 ملین افراد کو غربت سے نکالا جاسکتا ہے۔ (ایڈورڈو پورٹر، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 20 اکتوبر، صفحہ 7)

3 نومبر: اے ڈی بی کا کہنا ہے کہ پائیدار بڑھوتری کے باوجود ایشیا پیسفک میں 330 ملین افراد خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں اور خطے میں اب تک 2.7 بلین افرد پینے کے صاف پانی سے محروم ہیں تاہم ہر دس میں سے نو افرد کو بجلی تک رسائی حاصل ہے۔ دنیا میں ایشیا اور پیسفک ممالک براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) کے بڑے وصول کنندہ ہیں۔ (ڈان، 4 نومبر، صفحہ 10)

غذائی کمی

23 اکتوبر: عالمی غذائی تحفظ کی کمیٹی (CFS) کے خوراک اور غذائی تحفظ کے حوالے سے ہونے والے عالمی پالیسی اجلاس میں کہا گیا ہے کہ دنیا کی آدھی سے زیادہ آبادی بھوک، مائیکرو نیوٹرنٹ اجزا کی کمی اور موٹاپے سمیت مختلف اقسام کی غذائی کمی کی شکار ہے جو ہمارے غذائی نظام کی لوگوں کو صحت مند خوراک فراہم کرنے میں واضح ناکامی ہے۔ کمیٹی کے مطابق ایس ڈی جیز 2030 میں بھوک کے خاتمے اور غذائی قلت کا خاتمہ شامل ہے اور ان اہداف کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں نئی راہیں تلاش کرنا ہوگی اور پائیدار غذائی نظام تیار کرنا ہوگا۔ (ڈان، 24 اکتوبر، صفحہ 4)

4 نومبر: ڈبلیو ایف پی نے خبردار کیا ہے کہ جنوبی سوڈان میں لوگ جنگ سے بچنے کے لیے اپنی فصلوں اور کھیتوں کو چھوڑنے پر مجبور ہیں جس کی وجہ سے قحط کی صورتحال پیدا ہوسکتی ہے۔ جنوبی سوڈان کی دس میں سے

سات ریاستوں میں پہلے ہی غذائی کمی 15 فیصد ہے۔ سوڈان میں چار ملین افراد یا ہر تیسرا فرد شدید غذائی عدم تحفظ کا شکار ہے اور نہیں جانتا کہ اگلا کھانا کہاں سے آئے گا۔ (ڈان، 5 نومبر، صفحہ 14)

24 نومبر: ایک مضمون کے مطابق حالیہ دہائیوں میں امریکہ میں سلاد کے پتے (lettuce) کی پیداوار دگنی ہوگئی ہے۔ محکمہ صحت کے مطابق کسان اور کاشتکار ترکاریوں، اجوائن، پالک، گوبی اور سلاد کی کاشت کرنے کے باوجود غربت اور غذائی کمی کا شکار ہیں۔ کیلی فورنیا، ڈیوس یونیورسٹی کے پروفیسر مارک بی شینکر (Marc. B. Schenker) کے مطابق سیلی نیس (Salinas) کے ضلعی ایلمنٹری اسکول میں تعلیم حاصل کرنے والے ایک تہائی بچے بے گھر ہیں۔ شوگر کے مریضوں میں اضافہ ہورہا ہے اور وادی میں 85 فیصد کسان زیادہ وزن اور موٹاپے کا شکار ہیں اور جو خوراک وہ اگا رہے ہیں وہی اس تازہ پیداوار کو کھا نہیں سکتے۔ ان کسانوں میں 90 فیصد غیر ملکی مہاجرین ہیں جن میں سے تقریبا آدھے غیر قانونی طور پر ملک میں رہ رہے ہیں جن کے پاس نہ ہی صحت کا بیمہ ہے اور نہ یہ صحت مند کھانا کھاتے ہیں جس کی وجہ سے مختلف بیماریوں کا شکار ہیں کیونکہ انہیں ایک گھنٹے کام کرنے پر دس سے بارہ ڈالر آمدنی ہوتی ہے۔ اس علاقے میں رہنے والے کسان موٹے ہیں لیکن غذائی کمی کا شکار ہیں کیونکہ جو کچھ وہ کھا رہے ہیں وہ کوڑا کرکٹ ہے۔ (تھومس فولر، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 24 نومبر، صفحہ 2)

X۔ قدرتی بحران

سیلاب

18 اکتوبر: عالمی بینک نے موسمی تبدیلی کے اثرات سے بچنے کے لیے بنگلہ دیش کو نرم شرائط پر دو بلین ڈالر قرض فراہم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ بنگلہ دیش کا شمار موسمی تبدیلی سے انتہائی متاثرہ ممالک میں ہوتا ہے۔ بنگلہ دیش میں رواں سال موسمی تبدیلی کے نتیجے میں آنے والے طوفانوں میں ہزاروں افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ (بزنس ریکارڈر، 19 اکتوبر، صفحہ 6)

بارشیں، طوفان

2 ستمبر: ایران کے سرکاری ذرائع ابلاغ کے مطابق ملک کے شمالی علاقے میں طوفان اور سیلاب سے چار افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ بحیرہ کیسپین کے کنارے صوبہ ماژندران کے علاقے امول میں طوفان سے 900 مکانات اور کارخانوں کو بھی نقصان پہنچا ہے جہاں ہوا کی رفتار 130 کلومیٹر فی گھنٹہ تک جا پہنچی تھی۔ (بزنس ریکارڈر، 3 ستمبر، صفحہ 6)

1 ستمبر: ایک خبر کے مطابق شمالی جاپان میں آنے والے طوفان سے 11 افراد جاں بحق ہو گئے ہیں۔ 11 میں سے 10 افراد ایوازومی قصبے میں جاں بحق ہوئے جہاں ہوا کی رفتار 160 کلومیٹر فی گھنٹہ ہو گئی تھی۔ (ڈان، 2 ستمبر، صفحہ 14)

6 اکتوبر: ہیٹی کے ساحلی علاقوں میں سمندری طوفان میتھیو (Matthew) سے 100 سے زائد افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ وزارت داخلہ نے 108 افراد کی ہلاکت کی تصدیق کی ہے۔ ہیٹی پہنچنے سے پہلے اس سمندری طوفان سے ڈومینکن ریاست میں چار افراد جاں بحق ہوئے تھے جبکہ کیوبا اور باہاماز میں بھی سمندری طوفان آیا ہے لیکن طوفان سے مرنے والوں کو کوئی اطلاع نہیں ہے۔ ہیٹی کے جنوبی جزیرے پر 235 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والی ہواؤں نے ہر طرف افراتفری پھیلا دی تھی۔ ہیٹی کے حکام کے مطابق اس جزیرے پر 3,214 مکانات تباہ ہوئے ہیں۔ اقوام متحدہ کے نمائندے کا کہنا ہے کہ اس وقت ہیٹی میں 350,000 افراد کو امداد کی ضرورت ہے۔ (ڈان، 7 اکتوبر، صفحہ 15)

زلزلہ

14 نومبر: نیوزی لینڈ کے قصبے کیکورا میں آنے والے 7.8 میگنی ٹیوٹ کے زلزلے سے دو افراد جاں بحق ہو گئے ہیں۔ نیوزی لینڈ میں یہ اب تک آنے والا شدید ترین زلزلوں میں سے ایک تھا۔ شدید زلزلہ کے نتیجے میں سونامی کا انتباہ جاری ہوا جس سے ساحل کے ساتھ رہنے والے ہزاروں لوگ بلند مقامات کی جانب چلے

گئے۔ علاقے میں خراب موسم اور شدید بارشوں کی وجہ سے حکام کو امدادی کاموں میں مشکلات کا سامنا ہے۔
(ڈان، 15 نومبر، صفحہ 15)

XI۔ مزاحمت

زمین

27 ستمبر: اخباری مضمون کے مطابق چین کے مشرقی صوبے شنڈونگ (Shandong) کے ایک گاؤں (Yumingzui) میں صدیوں سے مقیم ماہی گیر آبادیاں زمین سے بیدخلی کے خلاف مزاحمت کررہی ہیں۔ حکومت مشرقی چین میں سیاحت کے فروغ اور ماہی گیری کے متبادل ذرائع پیش کرکے گاؤں کی جگہ پر مختلف ریستوران کھولنے میں مقامی لوگوں کی حوصلہ افزائی کررہی ہے۔ حالیہ برسوں میں کئی دیہاتوں کو ختم کرکے درمیانے درجے کے ریستورانوں میں تبدیل کیا جاچکا ہے۔ مزکورہ گاؤں کو بھی ایک سال کے اندر ریستوران میں تبدیل کیے جانے کے احکامات جاری کیے جاچکے ہیں جس کے خلاف مقامی آبادی کا احتجاج جاری ہے۔
جیویارک ہرنانڈس، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 27 ستمبر، صفحہ 2)

آلودگی

5 اکتوبر: ویتنام میں جاری ماحولیاتی تحفظ کے لیے مظاہروں میں گزشتہ دنوں مظاہرین نے مرکزی صوبے (Ha Tinh) میں ایک فولاد کمپنی پر چڑھائی کردی۔ مظاہروں کا آغاز کمپنی سے سمندر میں خارج کیے گئے کیمیائی اجزا سے مرنے والی آبی حیات کی تصاویر سماجی رابطوں پر جاری ہونے کے بعد ہوا۔ مقامی آبادی نے ملکی تاریخ کی اس بدترین ماحولیاتی آلودگی سے ہونے والے نقصان کی تلافی رد کردی جس میں کمپنی نے 500 ملین ڈالر ادا کرنے کی پیشکش کی تھی۔ مظاہرین نے حکومت سے کارخانہ بند کرنے کا مطالبہ کیا ہے جبکہ مقامی حکومت کمپنی کو تحفظ فراہم کررہی ہے۔ (مائیک آئیوز، انٹرنیشنل نیویارک، 5 اکتوبر، صفحہ 4)

15 اکتوبر: دنیا بھر میں ماحولیات کے حوالے سے کام کرنے والے سماجی کارکنوں نے ہیگ، نیدرلینڈ میں عوامی

عدالت (پیپلز ٹریبونل) منعقد کی جس میں دیوہیکل امریکی بیج کمپنی مونسانٹو کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے، ماحول کے خلاف جرائم کرنے اور عالمی ماحول کے لیے خطرہ قرار دیا گیا ہے۔ مونسانٹو جو جینیاتی بیج اور فصلوں کے لیے کیمیائی زہر تیار کرتی ہے پہلے ہی اس عوامی سماعت کو مسترد کرچکی ہے جسے ماحول کے لیے کام کرنے والی کئی تنظیموں نے منعقد کیا۔ اس عوامی عدالت میں پانچ پیشہ ور جج دنیا بھر سے آنے والے 30 گواہوں کو سنیں گے جن میں سائنسدان، کسان اور مکھی بانی کرنے والے شامل ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 16 اکتوبر، صفحہ 15)

XII۔ پالیسی

جینیاتی فصلیں وخوراک اور اشیاء

21 اکتوبر: ایک مضمون کے مطابق چین میں زیادہ تر لوگوں کے لیے جینیاتی تبدیلیوں کی حامل خوراک کا مطلب ہے زہریلے بیج، آلودہ کھیت اور آٹھ ٹانگوں والی مافوق الفطرت مرغی۔ چین اور عالمی زرعی صنعت اس تصور کو زائل کرنے کے لیے اربوں ڈالر خرچ کررہی ہیں۔ چین میں جینیاتی فصلوں پر مکمل طور پر پابندی ہے تاہم چین جینیاتی خوراک کی منڈی میں نمایاں مقام چاہتا ہے اور خود چین کی سرکاری کمپنی 43 بلین ڈالر میں سوئٹزرلینڈ کی بیج کمپنی سنجنٹا خریدنا چاہتی ہے۔ چینی صدر نے 2013 میں ایک موقع پر کہا تھا کہ ''ہم اپنی مقامی جینیاتی منڈی پر بڑی غیر ملکی کمپنیوں کی اجارہ داری نہیں ہونے دینگے''۔ (ایمی ٹی سانگ، کاؤلی، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 21 اکتوبر، صفحہ 7)

3 ستمبر: ایک خبر کے مطابق بھارتی حکومت جلد ہی مقامی طور پر تیار کردہ جینیاتی سرسوں کی کاشت کی باضابطہ اجازت دینے کا اعلان کرے گی۔ سرسوں کی یہ جینیاتی قسم سائنسدانوں کے ایک گروپ نے گزشتہ دس سالوں میں تیار کی ہے۔ وزیر ماحولیات انیل مادھو کا کہنا ہے کہ بھارت مزید جینیاتی غذائی فصلیں تیار کرے گا کیونکہ اس کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور زیر کاشت رقبہ کم ہورہا ہے۔ جینیاتی سرسوں روایتی سرسوں سے 30 فیصد زیادہ پیداوار دے سکتی ہے جس سے بھارت کا خوردنی تیل کی درآمد پر انحصار کم ہوگا۔ بھارت ہر سال 12 بلین ڈالر کا خوردنی تیل درآمد کرتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 4 ستمبر، صفحہ 15)

روٹس فار ایکوٹی کا تعارف

روٹس فار ایکوٹی ناانصافیوں کی شکار پسماندہ دیہی اور شہری آبادیوں کے ساتھ کام کرتی ہے جن میں چھوٹے اور بے زمین کسان، عورتیں اور مذہبی اقلیتیں شامل ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ پاکستان کی معاشی و سماجی ترقی حقیقی جمہوریت کے بغیر ممکن نہیں اور یہ تبدیلی آبادیوں کے متحرک ہوئے بغیر ناممکن ہے۔ یقیناً سماجی شعور اور سیاسی طور پر بیدار آبادیاں ہی اپنے لیے انصاف حاصل کرسکتی ہیں۔ روٹس فار ایکوٹی اس اصول پر سختی سے قائم ہے کہ وہ آبادیوں کے ساتھ مل کر سماجی، سیاسی، معاشی و ماحولیاتی انصاف کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالے گی۔

ہمارا عزم

آبادیوں کو سماجی، سیاسی و معاشی اور ماحولیاتی انصاف کے حصول کے لیے مستحکم کرنا۔

ہماری منزل

ایک حقیقی جمہوری معاشرہ جو عوام کے استحصال، جبر اور ناانصافیوں سے مبرا ہو۔

حال احوال

روٹس فار ایکوٹی (Roots for Equity)
نے میزریور کے تعاون سے شائع کیا ہے۔

اے۔1، فرسٹ فلور، بلاک 2، گلشن اقبال، کراچی
فون: 00922134813320 فیکس: 00922134813321
بلاگ: rootsforequity.noblogs.org